جلد 28 شمارہ 7 ماہ جولائی 2026ء محرم الحرام/صفر المظفر 1448ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً

صداقت

اللہ

محبّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت
گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریرح
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈاررح
بانی مجلۂ فلاح آدمیت

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/50 روپے ❀❀❀ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

پیامِ قرآن

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا. يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا.

(سورۃ النساء 4: آیت 41-42)

تو کیسا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب ﷺ! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔ اس دن کفار اور رسول کی نافرمانی کرنے والے تمنا کریں گے کہ کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے اور وہ کوئی بات اللہ سے چھپا نہ سکیں گے۔

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا. ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا. (سورۃ النساء 4: آیات 69-70)

اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی صدیقین، شہداء اور صالحین، اور یہ لوگ بہت اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. (سورۃ المائدہ 5: آیت 35)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو طرف اس کے وسیلہ اور محنت کرو بیچ راہ اس کی کے تا کہ تم فلاح پاؤ۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ بولی: جاؤ جی پرے ہٹو۔ یہ مصیبت تم پر پڑی ہوتی تو پتہ چلتا۔ وہ آپ ﷺ کو پہچان نہ سکی تھی۔ پھر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ نبی کریم ﷺ تھے تو اب وہ (گھبرا کر) آنحضور ﷺ کے دروازہ پر پہنچی۔ وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا۔ پھر اس نے کہا کہ میں آپ ﷺ کو پہچان نہ سکی۔ (معاف فرمایئے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہئے۔

(کتاب جنازے کے احکام و مسائل، صحیح بخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفن کر کے اس کے لوگ باگ پیٹھ موڑ کر رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پھر دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص (محمد رسول ﷺ) کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ جہنم کا اپنا ٹھکانا لیکن اللہ تعالیٰ نے جنت میں تیرے لئے ایک مکان اس کے بدلے میں بنا دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس بندہ مومن کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں اور رہا کافر یا منافق تو اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں، میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا وہی میں بھی کہتا رہا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے کچھ سمجھا اور نہ (اچھے لوگوں کی) پیروی کی۔ اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جاتا ہے اور وہ اتنے بھیانک طریقہ سے چیختا ہے کہ انسان اور جن کے سوا اردگرد کی تمام مخلوق سنتی ہے۔

(کتاب جنازے کے احکام و مسائل، صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ عید الاضحیٰ کے حوالے سے بات ہوئی تو فرمایا:

یہ بڑا زبردست موقع ہے۔ ایسا موقع جس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو سارے نبیوں کا امام بنانے کا اللہ میاں نے اعلان کر دیا۔ فرمایا کہ میں نے تمہیں سب کا امام بنا دیا۔ یہ ایسا موقع ہے۔ وہ بھی اللہ کا بندہ کہ جسے جو حکم ملا آگے سے کہا کہ سر تسلیم خم ہے۔ یہاں بھی اس نے اپنے لخت جگر کو گھٹنوں کے نیچے رکھ دیا کہ تو بھی اللہ کے نام پہ جا۔ اللہ میاں نے معاف تو کر دیا لیکن یہاں تک پہنچنا بھی بڑے جگر کی بات ہے۔ بہت بڑے جگر کی بات ہے سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔

☆ ملتان سے ایک توحیدی خاتون کے فون اور ان کے والد کی وفات کا بتایا کہ وہ بہت خوش تھیں کہ میرے والد آخر وقت تک خوب اللہ اللہ کرتے گئے ہیں۔ مزید اس موضوع پر فرمایا:

مجھے بابا جی نے یہ خط میں لکھا تھا کہ بیٹا اللہ اللہ کیے جاؤ اگر آخر وقت میں اللہ یاد رہا تو سمجھو زندگی کامیاب گئی ورنہ زندگی بیکار گئی۔ یہ آخری اتنا زبردست موقع ہوتا ہے جس کے بارے میں اللہ کے فقیر نے یہ کہا ہے کہ اگر آخری وقت میں اللہ یاد نہ رہا تو زندگی بیکار گئی۔ یہ اتنا زبردست موقع ہے، اس کے لئے دعا بھی کیا کرو اور پریکٹس بھی کیا کرو۔ اللہ سے خوب گڑگڑا کے دعائیں کیا کرو کہ اللہ ایمان سلامت رکھے ورنہ یہ بڑا مشکل وقت ہے۔

☆ ایک بھائی سے ان کے حلقہ ذکر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ عیدالاضحیٰ کی وجہ سے بھائیوں کی مصروفیات ہوں گی اس لئے خادم حلقہ کی طرف سے پیغام آیا کہ آج ذکر نہیں ہوگا۔اس پرفرمایا:

بہت اچھا یار۔Very good چلو اللہ تعالیٰ برکت دے۔ہمیں بس ذکر نہ کرنے کا بہانہ چاہئے۔میں اس کے حق میں نہیں ہوں۔(ایک خادم حلقہ کا نام لے کرفرمایا کہ) یہ ایسا ہی کرتے تھے۔میں نے کہا کہ نہیں بھئی۔ذکر نہ ہو یہ ناممکن ہے۔درمیان سے یہ بات کاٹ دو کہ ذکر نہیں ہوگا۔کچھ بھی ہو، دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے ،ذکر کے دن ذکر ضرور ہوگا، چاہے دو آدمی بیٹھ کے ذکر کرو لیکن ذکر تو کرو۔یہ کیا ہوا؟ ایک ہی کام ہے تمہارا وہ بھی چھوڑ دو تو پھر تم کیا کرو گے؟ اس دن کے بعد سے انہوں نے چھٹی نہیں کی۔مجھے بڑی خوشی ہوئی۔اللہ تعالیٰ انہیں عزت دے، اللہ خوش رکھے۔

☆ ملتان سے تعلق رکھنے والے ایک بھائی سے ذکر کا پوچھا تو آگے سے زبردست حوصلہ افزا جواب ملا تو فرمایا:

یہ ہوئی ناں بات۔میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے کہا تھا کہ ذکر ہی ہمارا کام ہے اگر وہ ہی چھوڑ دیں تو ہم کیا کریں گے؟ یہ کیا بات ہے کہ ذکر کی چھٹی ہو گئی۔تمہاری چھٹی نہیں ہوئی؟ ذکر کی جگہ تمہاری چھٹی ہو جاتی تو جان چھوٹتی۔

بھائی نے کہا کہ ذکر نہ کریں تو ہماری چھٹی ہو جاتی ہے۔اس پرفرمایا:

بہت اچھے۔بہت اچھے۔اورآپ کے سارے بھائی نماز بھی پڑھتے ہیں۔آپ کا حلقہ مثالی حلقہ ہے۔میرا خیال ہے کہ ملتان سے سارے بھائی سو فیصد نماز پڑھتے ہیں۔اس کی مجھے بہت خوشی ہے۔ذکر بھی مجھے امید ہے کہ ملتان کے سارے لوگ کرتے ہیں۔

بہت اچھے لوگ ہیں ۔ماشاء اللہ ۔ اللہ ان کو ہمت دے، حوصلہ دے اور ان کو اسی طرح حلقے کی تعلیم پر عمل کی توفیق عطا فرمائے ۔بس یہ اب خادم حلقہ کا کام ہے کہ ان کے اخلاقی شعبے پر کچھ نظر رکھے ۔موٹی موٹی برائیاں جو عام لوگوں میں ہوتی ہیں ہم میں کم از کم وہ نہیں ہونی چاہئیں ۔ جیسے ایک بھائی نے دوسرے سے وعدہ کیا ہے کہ میں شام کو آرہا ہوں اور شام کو یہ سوتا رہ گیا اور وہ بیچارہ وہاں انتظار کرتا رہ گیا ۔ یہ بری بات ہوگی ۔ اسی طرح ٹائم کی پابندی، یہ بددیانتی، یہ جھوٹ بولنا، یہ موٹی موٹی باتیں جو ہیں اگر یہ چھوٹ جائیں تو باقی نوے فیصد آدمی سدھر جاتا ہے ۔ یہ موٹی موٹی باتیں عادت سے اور ذہن سے ہی نکل جانی چاہئیں کہ یہ بھی کوئی برائی ہے ۔باقی سب آہستہ آہستہ آدمی ٹھیک ہو جاتا ہے لیکن یہ ایسی بیماریاں ہیں کہ جن کو لازمی سمجھا جانے لگا ہے ۔

ہمارے ایک مولوی صاحب سنا رہے تھے کہ میرا ایک کاروباری دوست تھا اس نے کہا کہ میرے لئے کوئی دعا کریں، میں نے اسے یہ کہا کہ میری دعا ہے کہ آپ جھوٹ چھوڑ دیں ۔آپ نے جھوٹ چھوڑ دیا تو آپ کے کاروبار میں برکت ہوگی ۔ اس نے کہا کہ جھوٹ چھوڑ دوں تو کاروبار کیسے کروں؟ یہ آگے اس نے جواب دیا ۔پھر یہ مولوی صاحب نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر اپنی مرضی سے چلو ۔پھر دعائیں کس لئے کرتے ہو ۔تمہیں تو حل خود مل گیا ہے کہ جھوٹ بولو اور کاروبار کرو ۔پھر دعاؤں کا مت کہو ۔

اب یہ جھوٹ ایسی چیز ہے کہ یہ اپنے آپ کو بھی دھوکہ دیتا ہے اور دوسروں کو بھی دھوکہ دیتا ہے ۔ یہ اسی لئے بہت برا ہے ۔شریف آدمی کی زبان پر آسانی سے جھوٹ چڑھتا بھی نہیں ہے ۔آدمی اندر سے لرزتا ہے اور اوپر سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ بولنے پڑتے ہیں ۔ اگر اسے تھوڑا سا بھی خدا کا خوف ہے تو وہ صحیح طریقے سے جھوٹے الفاظ کہہ ہی نہیں سکتا ۔ اسی

سے سمجھنا چاہئے کہ یہ ایسی بات ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں لعنت اللہ علی الکاذبین کہہ کے لعنت بھیجی ہے۔ اللہ ہمیں معاف کرے۔ ایسے کام چھوڑ دو باقی ان شاء اللہ آپ کے نوے فیصد کام ہو جائیں گے۔ اگر آپ بددیانتی چھوڑ دیں، وعدہ خلافی چھوڑ دیں، یہ جھوٹ بولنا چھوڑ دیں اور لڑائی جھگڑا میں گالم گلوچ چھوڑ دیں۔ آپ ان شاء اللہ نوے فیصد Cover کر جائیں گے۔ ان چیزوں پر آپ آہستہ آہستہ ایک ایک کر کے عمل کریں کچھ ہی دنوں میں آپ بہتر ہو جائیں گے۔ ایسا ہی کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت دے۔

☆ خامیاں ہم سب میں ہوتی ہیں۔ خامیوں سے پاک اللہ کی ذات ہی ہے۔ سچی بات جو ہے وہ یہی ہے۔ خامیوں سے پاک صرف اللہ کی ذات ہے لیکن یہاں جو بنیادی ذمہ داری ہمارے ذمے لگی ہے وہ اگر آپ پوری کرتے ہیں تو کسی دن اس وقت بھی خیال آ ہی جائے گا اگر آپ ذکر کرتے ہیں۔

ذکر کی کوئی ایک قسم نہیں ہے یہ یاد رکھیں۔ ذکر میں نفی اثبات کا ذکر ہے، پاس انفاس ہے، قرآن پاک کا پڑھنا اسی طریقے سے جیسے سکھایا ہے وہ پڑھنا ذکر ہے، نماز ذکر ہے، یہ ساری باتیں ذکر میں شامل ہیں۔ ہم اگر ان باتوں پر عمل کریں گے تو ان شاء اللہ باقی جو برائیاں بھی ہیں تو وہ بھی ایک ایک کر کے ختم ہو جائیں گی۔ اس پر کمر باندھ لیں کہ یہ نہیں چھوڑنا تو ان شاء اللہ باقی برائیاں بھی جو ہیں پھر ان کا کیا کام؟

جب اچھائیوں نے دل میں جگہ کر لی تو پھر وہ برائیاں رہتی ہی نہیں۔ شیطان نہیں جاتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان اپنی سونڈ اندر دل کے قریب کر کے بیٹھا ہوتا ہے۔ جونہی آدمی ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ اپنی سونڈ اندر کر کے وسوسے دیتا ہے اور جب تک اللہ ہمیں یاد رہتا ہے تو وہ سونڈ باہر ہی رہتی ہے اندر نہیں جاتی۔ جب ہم اللہ اللہ کریں گے تو

اس کی سونڈ پھر کیسے جائے گی وہ تو ویسے ہی مایوس ہو کے واپس لوٹ جائے گا۔ بس اللہ اللہ کرو۔ اسی سے میرا اللہ مسئلہ حل کرے گا۔ اللہ آپ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے، آسانیاں پیدا فرمائے، سب کو عزت دے، صحت دے۔

☆ سوال کیا گیا کہ محبت بڑھانے کا کیا طریقہ ہے؟ اس پر فرمایا:

اللہ کی مخلوق، اللہ کی محبت اور مرشد کی محبت یہ سب اللہ کی مخلوق سے محبت سے مشروط ہیں۔ اگر اللہ کی مخلوق سے آپ کو پیار ہے تو اللہ سے آپ کا پیار خود بخود ہو جائے گا۔ اللہ کی مخلوق سے پیار کرنے کا طریقہ حضور اقدس ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ ایک دوسرے سے ملا جلا کرو اور ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو۔ اس سے آپ لوگوں میں محبت بڑھ جائے گی تو یہ اچھا نسخہ ہے۔ ایک تو ملنے ملانے کا موقع ملے گا، ایک تحفے ملنے شروع ہو جائیں گے اور جہاں ملو گے تو اچھی اچھی باتیں بھی ہوں گی۔ ظاہر ہے آپ لوگ اللہ والے ہیں تو وہاں اللہ کی باتیں ہوں گی، اللہ کی محبت بھی بڑھتی جائے گی اور اللہ کی مخلوق کی محبت بھی بڑھتی جائے گی۔

حضور اقدس ﷺ کا تو یہ فرمان ہے۔ باقی اصل بات یہ ہے کہ آپ لوگ ایک دوسرے کے کام آنا شروع ہو جائیں۔ جو آدمی ایک دوسرے کے کام آتا ہے وہ نہیں بھولتا۔ انسان بڑا عاجز ہے۔ وہ جتنا مرضی اپنے آپ کو Independent سمجھے وہ اتنا ہی عاجز بھی ہے۔ اس لئے آپ اگر وقت پر کسی کے کام آجائیں تو وہ زندگی میں نہیں بھولتا۔ ہمیشہ یاد رہے گا کم از کم مجھے تو نہیں بھولے۔ مجھے دو تین آدمیوں نے مدد کی۔ مدد کیا کام ہی سارا انہوں نے کیا تو میں انہیں کیسے بھول سکتا ہوں۔ میں نے کب بچوں اور بچیوں کی شادیاں کی تھیں اور نہ کسی سے باتیں کرنا آتی تھیں اور بس ایسے ہی تھا۔ میری ایک بچی کی منگنی ہو گئی تو اس کی شادی کے لئے انتظام کرنا تھا۔ میرا ایک دوست تھا اسے میں نے بتایا کہ بچی کی شادی کرنی ہے تو

اس نے کہا کریں گے۔ اس کے پاس موٹر سائیکل تھی وہ میرے پاس آجاتا تو مجھے ساتھ لے کر کبھی کس بازار کبھی کس بازار اور مجھے پتا ہی نہیں چلا سارا سامان تیار ہو گیا اور بچی کی شادی ہو گئی تو میں اسے بھول سکتا ہوں؟ جسے پتا ہی نہیں ہے کہ کیسے کرنا ہے اور سارا کام اس کا خود ہو جائے۔ تو وہ کیسے بھول سکتا ہے؟ اسی طرح ہوتا ہے۔ آپ ایک دوسرے کے کام آنا سیکھیں۔ اگر چہ یہ کسی کسی کی Nature ہوتی ہے کہ اتنے Deeply کسی کے کام آئیں لیکن جس کی Nature ہوتی ہے میں انہیں Appreciate کرتا ہوں۔ یہ بہت بڑی خدمت ہے۔ جو آدمی نہیں کرتا جانتا اسے پتا ہے کہ یہ کتنی بڑی خدمت ہے کہ ایک آدمی آپ کے کام کرے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس سے پیار بھی بڑھے گا، ایک دوسرے کی عزت بھی بڑھے گی اور اللہ سے پیار بھی بڑھے گا۔

خدمت خلق میں سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ آپس میں لڑیں جھگڑیں نہیں۔ اس سے رک جاؤ۔ لڑائی اگر ہونے لگی ہے تو اس سے معافی مانگ کے رخصت ہو جاؤ۔ یہ بہت بڑی خدمت ہے اور یہ عین حضور اقدس ﷺ کی سنت کے مطابق ہے۔ اس میں اور فائدہ ہوگا۔ غصہ آ گیا، آمنے سامنے دوبدو کھڑے ہو گئے اور ایک نے کہا کہ یار! تم خوش رہو، میں جا رہا ہوں، میں تو مسلمان ہوں۔ بس یہ وہاں سے چھوڑ کے چلا گیا تو یہ واقعی مسلمان بن گیا یہ بھی خدمت ہے، یہ بہت بڑی خدمت ہے۔ اسی طرح سے بچو پیار بڑھتا ہے۔ یہ پیار ایسی چیز ہے کہ جب دل میں آجاتا ہے تو پھر نہیں نکلتا۔ الحمد للہ۔ اسے اللہ میاں پھر قائم رکھتا ہے۔

☆ سوال کیا گیا کہ جو بعد میں آئیں وہ پہلے سلوک طے کر سکتے ہیں یا جو پہلے آ گیا وہ سلوک بھی پہلے ہی طے کرے گا؟ اس کے جواب میں فرمایا:

بات یہ ہے کہ راہ سلوک میں عمل چاہیے۔ جو زیادہ عمل کرے گا اسے اتنی جلدی

ترقی ہوگی۔ آپ آج عمل کرنا شروع کردیں آپ دوسروں (کئی نام لئے) سے بہت آگے نکل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ بہت جلدی قبول کرتا ہے اور اپنی طرف آنے والوں میں سے کوئی ایک قدم پیار سے اٹھاتا ہے تو وہ خود کہتا ہے کہ میں دس قدم آگے آتا ہوں۔ کوئی چل کے آتا ہے تو میں دوڑ کے آتا ہوں۔ کوئی میرا ذکر پبلک میں کرتا ہے تو میں فرشتوں کی محفل میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ ہیں۔ یہ آپ آج طے کرلیں کہ آپ نے سب سے پہلے سلوک طے کرنا ہے، کتاب اپنے سامنے رکھیں اور Pinpoint کرلیں کہ میں نے آج سے یہ کام شروع کرنا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ آپ سب سے آگے نکل جائیں گے۔ سب سے۔

میں آپ کو ایک اور بھی بتاؤں کہ یہ جو فقیر لوگ ہوتے ہیں یہ اپنے سے Junior آدمی کو آگے بڑھتا دیکھ کر مزید خوش ہوتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں۔ ان میں کسی میں حسد نہیں ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ توحیدیوں میں یا کسی بھی جگہ جو راہ سلوک کے مسافر ہیں ان میں حسد نام کی چیز نہیں ہوتی۔ یہ دوسروں کے لئے بھی دعائیں کرتے ہیں، اپنے لئے بھی دعائیں کرتے ہیں۔ آپ آگے بڑھیں، یہ سب آپ کے لئے دعائیں کریں گے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ یہ زبردست کام ہے۔ وہاں تو کام ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نوری ہے نہ ناری ہے

بس یہ عمل ہے۔ یہ جو روحانی معاملات ہیں وہ اپنی جگہ پر ہوتے ہیں لیکن سلوک کے مدارج میں جو عمل کرتا ہے وہ جو نظارے ہیں وہ سب دیکھ لیتا ہے۔

بات چلی کہ کوئی مرشد سے آگے بھی بڑھ جاتا ہے یا یہ کسی کسی کو غلط فہمی ہوجاتی ہے؟
اس کے جواب میں فرمایا کہ نہیں آگے بڑھ بھی جائے تو کسی کو بتاتا نہیں ہے۔

یہ سب اللہ کی طرف سے مقرر ہے، اس سے آگے تو کوئی نہیں جا سکتا۔ اگر اللہ نے کسی کا درجہ بلند رکھا ہوا ہے تو اسے کوئی روک سکتا ہے؟ چاہے وہ مرشد ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ اسے آگے لے جا رہا ہے تو اسے کون روکے گا؟ ویسے ایسا ہوتا نہیں ہے۔ کچھ باتیں صرف شوق دلانے کے لئے بھی ہوتی ہیں جو مرشد اپنے انداز سے کر بھی دیتے ہیں۔ ان کو سمجھنا چاہئے۔

ہمارے ایک بھائی تھے اشرف صاحب۔ باباجیؒ نے کسی زمانے میں انہیں انسپکٹر بنایا ہوا تھا۔ وہ سب حلقوں میں جاتے تھے اور دیکھتے تھے کہ لوگ حلقہ کس طرح کرتے ہیں۔ کوئی خامی ہوتی تھی تو وہ بتاتے تھے۔ اس کی کوئی اور ڈیوٹی بھی لگی، اس ڈیوٹی سے بھی ہٹ گئے پھر کسی اور ڈیوٹی پر لگ گئے۔ وہ ایک دفعہ آئے تو میرے پاس ہی ٹھہرے تھے۔ حلقہ ذکر میں گئے۔ باباجیؒ اس زمانے میں کافی دنوں سے بیمار تھے۔ یہ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ انہوں نے باباجیؒ کا حال احوال پوچھا تو باباجیؒ نے کہا: یار! حال تو بس ایسا ہی ہے۔ آپ کے سامنے ہوں۔ یہ اشرف صاحب باباجیؒ سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے مادے کو تسخیر کیا تھا؟ مادے کی تسخیر کی تھی؟ باباجیؒ نے اچانک ان کی طرف دیکھا اور کہا کہ نہیں یار۔ میں نے تو یہ نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہاں، اسی لئے تو آپ اتنی تکلیف میں ہیں۔ یہ جو آپ کو اتنی تکلیف ہو رہی ہے اسی لئے ہو رہی ہے۔ باباجیؒ نے آہستہ سے کہا کہ یار! اس کے لئے تو پھر مجھے آپ سے بیعت ہونا پڑے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہاں جی، یہ تو ہوگا۔ ہاں جی، یہ تو ہوگا۔ باباجیؒ چپ ہو گئے، کچھ نہیں بولے۔

یہ بات ہے کہ مرشد تو پھر چپ کر کے دیکھ ہی سکتا ہے کہ دیکھیں یہ میرا منہ پھٹ بیٹا کیا کہہ رہا ہے۔ آپ نے کچھ نہیں کہا۔ بس اس بیچارے کا سلوک ولوک سارا ایسے ہی رہ گیا۔ سارا کچھ اپنی جگہ پر رہ گیا۔ کچھ بھی نہیں بنا۔ باباجیؒ نے اسے کہا کہ ہاں یار! اس کا مطلب ہے کہ مجھے آپ سے بیعت کرنا پڑے گا۔

اللہ معاف کرے۔ انسان کا دماغ خراب ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ شیطان جو ہے ناں وہ جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ سونڈ اندر کیے بیٹھا رہتا ہے، انتظار میں ہوتا ہے کہ کب اللہ سے یہ جگہ خالی ہو اور میں اپنی سونڈ اندر کرلوں۔ اس وقت جب دل میں اللہ نہیں ہوتا تو یہ کوئی بھی وسوسہ دل میں ڈال سکتا ہے۔ یہ وسوسے ہی ہیں جو ہمیں پھر خراب کرتے ہیں اللہ سب کو ان سے محفوظ رکھے۔

مرشد کی عزت تو ہمیں بہر حال کرنی ہی پڑتی ہے، اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ باباجیؒ نے ایسا دوٹوک الفاظ میں 'طریقت توحیدیہ میں بیعت ہونے کے بعد کیا ضروری باتیں ہیں' کی Heading میں لکھا ہے۔ ان میں میرا خیال ہے کہ سب سے پہلی یا دوسری بات یہی ہے کہ شیخ کے متعلق دل میں اگر ایسی چھوٹی موٹی بات آ گئی اور آپ کے دل میں بیٹھ گئی تو آپ کو فیض ملنا، یہ اللہ کی طرف سے، مرشد کی طرف سے نہیں، اللہ کی طرف سے فیض ملنا بند ہو جاتا ہے۔ یہ خیال رکھیں۔ اس لئے مرشد کے متعلق نہ صرف دل صاف رکھیں بلکہ اس میں تھوڑی بہت پیار کی چاشنی ڈالتے رہا کریں۔ کم از کم اس چیلنج سے بچ جاؤ گے۔ یہ سب کے لئے ہے۔

شیطان انسان کے دل میں کوئی بات ڈالتا ہے اور پھر اسے بڑھاتے ہوئے بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے۔ اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔ اللہ معاف کرے۔ ہم خود جو ہوتے ہیں خود بھول جاتے ہیں پھر مرشد کی ساری باتیں ہی ہمارے ذہن میں ریل چلنا شروع ہو جاتی ہے اپنے متعلق سب بھول جاتے ہیں کیونکہ وہاں پیچھے توجہ شیطان کی وہی رہتی ہے، ہم وہی کرتے ہیں جو شیطان کر رہا ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ شیطان سے پناہ میں رکھے۔

☆ ایک بھائی سے ان کے ذمہ ترجیحی امور میں پیشرفت کے بارے میں پوچھا،

بہت حوصلہ افزا جواب نہ ملنے پر فرمایا:

جو بھائی پچھلے سال بیعت ہوئے ہیں اس سال انہیں اس طرح اجتماع میں آنا چاہئے کہ وہ واقعی توحیدی نظر آئیں اور یہ آپ لوگوں کی محنت کا نتیجہ ہوگا۔ اگر آپ لوگ محنت نہیں کریں گے تو وہ ویسے ہی آئیں گے جیسے پہلے تھے۔ یہ آپ لوگ محنت کریں گے تو وہ ایسے بنیں گے۔ یہ آپ لوگوں کی ذمہ داری اسی لئے لگائی ہے۔ ہم نے آپ لوگوں کو سرکردہ آدمی جان کر آپ کی ذمہ داری لگائی ہے کہ آپ ذمہ داری محسوس کریں گے اور ان کے پیچھے پڑیں گے۔ اگر ایسے ڈھیلے سے کہ انہوں نے مجھ سے بات نہیں کی تو میں کیا کروں؟ یہ کیا کروں والی بات کوئی نہیں ہے۔ یہ کام تو کرنا پڑے گا۔

☆ مجھ سے یہ پوچھا گیا تھا کہ پیار کیسے بڑھایا جائے تو میں نے کہا کہ بکرا لیا جائے اور اسے سارا سال پالو کہ میں نے تجھے اللہ کی راہ میں قربان کرنا ہے۔ بس اسی سے آپ کا پیار والا سلوک پورا ہو جائے گا۔ اس سے اتنا پیار کرو، اتنا پیار کرو کہ جب اس پر تم چھری رکھو تو پہلے اپنے آنسوؤں کو چھپاؤ۔ تمہیں اس سے اتنا پیار ہو جائے۔ قربانی کی روح یہی ہے کہ جس جانور کو آپ قربان کر رہے ہیں اس سے دل میں کشش ہونی چاہئے۔ یہ جو لوگ پہلے لے کے رکھتے ہیں، وہ سبھی کرتے ہیں لیکن ہم تو رکھ ہی نہیں سکتے کہ کون پالے گا، سنبھالے گا، چوری ہو جائے گا، یہ ہو جائے گا، وہ ہو جائے گا، جا کے صبح لے آئیں گے، بچے کھیل لیں گے اور اسے ذبح کر لیں گے۔ یہ جانور بھی اللہ سے پیار سکھاتا ہے، ان سے پیار کرو تو یہ بھی سکھاتے ہیں۔

یہ سب اسی پیار کا نتیجہ ہے جیسا میں نے عرض کیا کہ آپ پیار کریں۔ آدمی بالکل اس چیز کا مجسم بن جاتا ہے جس چیز سے پیار کرتا ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ پہلے جو لوگ مرید تھے وہ مرشد سے اتنا پیار کرتے تھے کہ ان کی شکل بھی آپس میں ملنے لگ جاتی تھی۔ ان کی شکل

ایک جیسی ہو جاتی تھی۔خاص طور سے کسی کسی وقت تو اچھے بھلے واقف لوگ بھی بھول جاتے تھے کہ یہ کون ہے۔وہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارا مرشد علی ہے۔یہ سب پیار کا نتیجہ ہے۔اگر آپ لوگوں کو آپس میں پیار ہے تو پیار کریں سب پر یہ کیفیت وارد ہوتی ہے۔اللہ کرے یہ سچ ہو۔ یہ ہوتی ہے۔یہ سب پیار کی باتیں ہیں۔

محفل میں شریک ایک بھائی نے کسی حجام کا واقعہ سنایا کہ اس کے پاس ایک آدمی آیا جس کے پاس بال کٹوانے کے لئے پیسے نہیں تھے تو اس نے کہا کہ آج اللہ کے لئے میرے بال کاٹ دو۔حجام نے سب کام چھوڑ کر اسے بلایا اور اس کے بال کاٹے۔کسی نے اعتراض کیا تو حجام نے کہا کہ سب کے بال پیسے کے لئے کاٹتا ہوں اس کے اللہ کے لئے کاٹے ہیں اس لئے سب کام چھوڑ کر اس کی طرف آیا ہوں۔بندے کے پاس پھر پیسے آئے تو وہ حجام کو پیسے دینے آ گیا تو حجام نے کہا بھاگ جاؤ، تمہیں شرم نہیں آتی، میں نے اللہ کے لئے کاٹے تھے اور تم مجھے پیسے دینے آئے ہو۔بھاگ جاؤ۔اس بات پر فرمایا:

سبحان اللہ۔جو کام اللہ کے لئے ہوتا ہے تو وہ پھر اللہ کے لئے ہوتا ہے۔اس نے تو پیسوں والے کو اٹھا دیا کہ اٹھ جاؤ، اللہ والا آ گیا ہے، پہلے اس کے بال کاٹوں۔میں نے اللہ کیلئے کیا اور تم مجھے پیسے دینے آ گئے ہو۔تمہیں شرم نہیں آئی۔بہت پیاری بات ہے۔ سبحان اللہ۔صرف اللہ کی طرف ہو جائیں۔اس میں اتنا غرق ہو جائیں کہ سامنے اللہ ہی اللہ نظر آئے۔

☆ ایک بھائی نے مسجد میں آنے والے چھوٹے بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ سے متعلق بات چلائی تو فرمایا:

ان بچوں نے آگے جا کے کیا بننا ہے؟ ان بچوں سے سب بچوں کے باپ کا

کیا رویہ ہوتا تھا؟ سجدے میں گئے ہیں کہ کوئی بچہ آ کے گردن پہ بیٹھ گیا، کتنا وقت گزر گیا کہ آپ ﷺ اٹھے ہی نہیں۔ صحابہ کبار نے بچے کو اتارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو آپ ﷺ نے وہ ہاتھ روک دیا کہ بالکل اسے نہیں چھیڑنا۔ جب تک وہ بچہ خود نہیں ہٹا آپ ﷺ سجدے سے نہیں اٹھے۔ یہ باتیں سیکھنے کی ہیں۔ یہ ساری باتیں ہمیں سکھانے کے لئے آپ ﷺ نے کی تھیں۔ اب اگر ہم نہ سیکھیں تو اللہ ہماری حفاظت بھی فرمائے اور اللہ ہمیں سکھائے بھی۔

بچے تو بچے ہوتے ہیں۔ یہ تو فرشتے ہیں۔ فرشتوں سے بھی یہ اچھے ہیں۔ جو کچھ اس وقت آپ سکھائیں گے کل یہ وہی کچھ کریں گے۔ اس وقت سے انہیں انسان بنادو کل وہ آپ کوئی انسان بنانے کے کام آئیں گے۔ یہی وقت ہوتا ہے بچوں کو Mold کرنے کا، صحیح کرنے کا۔ ہمارے بزرگوں کو یہ پتا نہیں ہے یا سوچتے نہیں ہیں۔ مسجد کا تقدس اپنی جگہ، ایک جیتا جاگتا انسان اور وہ بھی بچہ تو وہ اپنی جگہ ہے، اس کا تو کوئی ثانی نہیں۔

(آن لائن محفل مورخہ 16 جون 2024ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ کہیں کسی ایک آبادی میں جہاں ذکر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس آبادی پر فخر کرتا ہے کہ لو! یہ میرے ہیں۔ میرے چاہنے والوں کی آبادی ہے۔ خوش ہو جاتا ہے۔ اپنے نام لیواؤں کا تو بس وہ اس فخر سے فرشتوں کے سامنے ذکر کرتا ہے، صاف کہتا ہے کہ دیکھو! یہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تم کہتے تھے کہ خون بہائیں گے، فساد کریں گے، دیکھو ذرا۔ سنو! یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ فرشتے آگے سے پھر وہی اپنا پرانا جواب دیتے ہیں کہ تو مالک ہے، تو جانتا ہے، ہم نہیں جانتے۔

☆ عیدالاضحیٰ کا حال احوال ہوا تو اس کے بعد فرمایا:

عید اچھی گزر جائے تو سال اچھا گزر جاتا ہے۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ایسی سینکڑوں عیدیں نصیب فرمائے، خوشیاں نصیب فرمائے اور پیار عطا فرمائے۔

یہ سن کے بڑی خوشی ہوتی ہے کہ ہم ٹھیک ہیں، ہم خوش ہیں الحمد للہ۔ الحمد اللہ۔

دوسرے ایک بھائی سے بھی شکر کی بات آئی تو فرمایا:

اللہ کا شکر ادا کرنا خلوص کی نشانی ہے کہ آپ اللہ سے کتنا خوش ہیں اور کتنا پیار کرتے ہیں جب آپ شکر کرتے ہیں تو اللہ بہت خوش ہوتا ہے۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۔ (سورۃ ابراہیم ۱۴۔آیت ۷)

اللہ میاں کہتا ہے کہ تم میرا شکر کرو گے تو میں اپنی نعمتوں کی تم پر اور تکمیل کروں گا اور زیادہ کروں گا۔ اگر آپ ناشکری کریں گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ اس لئے شکر کرنا چاہئے۔ یہ اللہ میاں کے ہاں خلوص کی نشانی ہے کہ میرا بندہ میرا شکر اس لئے ادا کرتا ہے کہ یہ مجھ سے راضی ہے۔ یہ مجھ سے راضی ہے تو میں بھی راضی ہوں۔ سبحان اللہ۔ بڑی زبردست بات ہے۔

☆ ایک بھائی نے اپنے شہر میں حلقہ ذکر کے مقرر کردہ دن پر عدم اتفاق کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا:

آستانہ پر باباجیؒ کے زمانے میں بدھ کو ہمیشہ حلقہ ہوتا رہا۔ نہ جمعرات، نہ جمعہ، نہ ہفتہ، نہ اتوار۔ بدھ کے دن حلقہ ذکر ہوا کرتا تھا۔ دن سارے اللہ کے ہیں۔ کوئی دن مل کے، اتفاق سے، خوشی سے ایسا مقرر کر دیں جس میں آپ سمجھتے ہیں کہ زیادہ آدمی آسکتے ہیں۔ ایسا دن مقرر کر دیں اور حلقہ اس دن کر لیا کریں تا کہ زیادہ بھائی شریک ہو جائیں۔

☆ سلوک سے متعلق ایک سوال پر فرمایا:

یہ سلوک طے ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا اس کا تو باباجیؒ نے خود ہم سب کو یہ بتایا ہے کہ

ایک آدمی اگر معلوم کرنا چاہے کہ میرا سفر جاری ہے تو اپنے اخلاق پر خود نظر ڈالے۔ اس کا اخلاق اگر ترقی کر رہا ہے، نیکیوں کی طرف اگر زیادہ مائل ہے اور برائیوں سے بچا ہوا ہے تو سمجھے کہ اس کا سلوک طے ہو رہا ہے۔ اسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ انصاری صاحبؒ نے خود لکھا ہوا ہے اور میرا خیال ہے کہ ہم جیسے لوگوں کے لئے اتنی بات ہی بہت ہے لیکن جہاں تک آپ نے یہ فرمایا ہے کہ مجھے یہ پتا چلے کہ میرا سلوک کہاں تک طے ہوا ہے تو یہ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں پتا لگتا رہتا ہے۔

سالک دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کو باقاعدہ نیم بیہوشی میں یا خواب میں کچھ نہ کچھ نظر آتا ہے جو خاص طور سے ان کے سلوک سے متعلق ہوتا ہے اور اکثریت کو بالکل نظر نہیں آتا، کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ جن کو نظر آتا ہے وہ اندازہ لگا لیتے ہیں یا Confirm ہوتے ہیں کہ چلو میں یہاں تک پہنچ گیا ہوں، یہ میری Achievement ہو گئی ہے، اور جن کو نظر نہیں آتا، ان کے متعلق باباجیؒ نے یہ فرمایا ہے کہ ان کو جو کام دیا گیا ہے وہ کرتے رہیں، اس کو نہ چھوڑیں، اور بہتری لائیں۔ بالآخر اگر اللہ کو منظور ہوا تو وہ ان سب سے آگے نکل جائیں گے جو دیکھتے ہیں۔ یہ کوشش کرتے رہیں، عمل کرتے رہیں۔

سلوک کا آپ کو ویسے تو اپنی اخلاقی حالت دیکھ کر پتا چل جائے گا، مکمل کتنا ہوا اس کا پتا آخر میں ایسے چلے گا کہ آپ کو پیچھے سلوک کے دوران جو کچھ بھی نظر نہیں آیا، یہ سارا کچھ آگے آ کے آپ کو پتا چل جائے گا کہ الحمد للہ یہ سارا کچھ ہو گیا ہے۔ آپ اللہ کا شکر ادا کریں گے۔ جب تک خاموشی ہے تو ایسے خاموشی رہنے دیں۔ یہی انصاری صاحبؒ نے کہا ہے کہ اس کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اللہ میاں کی مصلحت ہے اور وہ اپنی مرضی سے جب دکھائے گا تو دکھا دے گا۔

☆ ایک بھائی کی ضعف عمری میں تنہائی کی بات چلی تو اس پر فرمایا:

کوئی والد کبھی بھی جتنا مرضی سخت حالات ہوں اپنی اولاد کے لئے کبھی بھی بد دعا نہیں کرتا لیکن بچوں کو اس وقت پتا چلتا ہے جب خود والدین بنتے ہیں۔جب والد والدہ نہیں ہوتے اور وہ خود والد والدہ بنتے ہیں تو پھر انہیں پتا چلتا ہے کہ ہمارے والد والدہ ہمارے لئے کیا کرتے تھے، کیا کر کے گئے ہیں اور ہمارے لئے کیا چاہتے تھے۔وہ ساری باتیں اسی وقت پتا چلتا ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہتا ہے۔بہت کم لوگ ایسے خوش قسمت ہوتے ہیں کہ جیسے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ پیار سے اپنے والدین کو دن میں ایک دفعہ دیکھیں تو ان کو ایک عمرے کا ثواب ملے گا۔اب باتوں کا احساس جن کو ہوتا ہے صرف وہی کرتے ہیں اور کوئی نہیں کرتا۔ماں باپ اپنے بیٹے کی ایک پیار بھری حرکت سے اتنا خوش ہوتے ہیں کہ ان کا اندر باہر اتنا خوش ہوتا ہے کہ اس کا اندازہ ماں باپ خود کر سکتے ہیں کہ میرے بیٹے نے میرے لئے یہ کیا ہے، میرے ساتھ یہ کیا ہے لیکن اولاد کو اس وقت پتا چلتا ہے جب خود باپ بن جاتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے اویس قرنیؓ کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہیں فرمائی۔ آپ کی والدہ بیمار تھیں اور بزرگ تھیں۔اندازہ لگائیں کہ اویس قرنیؓ کی شدید خواہش کے باوجود آپ ﷺ نے ان کو اجازت نہیں دی۔انہیں اس بات سے دور رکھا لیکن کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک جم غفیر کو اویس قرنیؓ دوزخ سے نکال کر جنت کی طرف لے جائیں گے، جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو وہاں آواز آئے گی کہ اویس قرنیؓ رک جائیں، باقی لوگ چلے جائیں۔وہ حیران پریشان رک جاتے ہیں تو حکم ہوتا ہے کہ اپنے پیچھے دیکھو، ان لوگوں کو بھی ساتھ لے کے جاؤ۔وہ اتنی مخلوق کو جنت میں لے کے چلے جائیں گے۔یہ ماں کی

دعاؤں کی وجہ سے ہے۔ماں تو ماں ہے۔اس کی دعائیں تو اللہ تعالیٰ نصیب کرے نصیب والوں کو۔جن کی قسمت نہیں ہے وہ بد قسمت ہیں۔

☆ سوال کیا گیا کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ 'ساقیا وہ پلا کہ جس کا نشہ عمر بھر رہے'۔اس سے کیا مراد ہے؟ اس پر فرمایا:

اس سے باباجیؒ نے منع کیا ہے۔یہ سکری تصوف ہے۔کہتے ہیں کہ یہ نشہ وہ ہے جس نے چکھا وہ بھی پچھتایا اور جس نے نہ چکھا وہ بھی پچھتایا۔اسے ڈھونڈیں، کہیں مل گیا تو اس کا مزہ لینا شروع کریں وہیں آپ کو مل جائے گا۔ایسا نہیں ہے وہیں آپ کو مل جائے گا۔

تو ترش روح ہو کہ گالی ہزار دے

یہ وہ نشہ ہی نہیں جسے ترشی تو اتار دے

اس سے نشہ اور چڑھے گا۔اللہ تعالیٰ کی یاد کا یہ اثر ہوتا ہے، انسان ان Senses سے دوسری طرف نکل جاتا ہے۔اس سے جو نشوونما ہو کر جو کیف کی کیفیت آتی ہے تو اسے کہتے ہیں کہ ہمیں نشہ ہو گیا۔یا میں نے پی لی۔جب آپ اللہ کی یاد جوش و خروش اور پیار سے کرتے ہیں تو اس کا ایک الگ سا Taste ہوتا ہے جس میں آپ اپنی Senses کسی حد تک Loose کر جاتے ہیں یا دوسری طرف توجہ مڑ جاتی ہے۔یہ وہی حالت ہوتی ہے، جو وقت ہوتا ہے کہ جس میں آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے پی لی ہے یا مجھے نشہ آ گیا ہے۔حالانکہ آپ اس وقت بے ہوش ہوتے ہیں، اصل ہوش سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں تو وہی نشے کی حالت بن جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے تھوڑا بھی کر دیتا ہے تو یہ اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

یہ جو نشہ وشہ ہے یہ اسی لئے باباجیؒ نے منع کیا ہے کہ یہ اصل میں اپنے ہوش کھونے والی بات ہوتی ہے اور لاشعور میں داخل ہونے والی بات ہوتی ہے تو وہاں پر ہی جو کچھ ہوتا ہے

آپ کو کیف وسرور جو ہوتا ہے وہ لاشعور میں جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر شعور کی آپ بات کریں تو شعور آپ کو ایسی باتوں میں نہیں کھونے دیتا۔ آپ کو قائم رکھتا ہے۔

ایک بھائی نے کہا کہ انبیاء میں یہ کیف ہر وقت ہوگا اور ان کا شعور بھی ہر وقت قائم ہوتا ہوگا۔ اس پر فرمایا:

نبی کی بات ہی اور ہے۔ ان کا شعور ہمیشہ قائم رہتا تھا۔ ایسا نہیں ہے کہ ہوتا ہوگا۔ اُن کا شعور ہر وقت قائم تھا۔ ہر وقت قائم تھا۔ وہ جو قبض کی بات ہوتی ہے وہ اس سے الگ بات ہے۔ اس میں آدمی کافی Upset ہوتا ہے، کافی بری حالت ہوتی ہے۔ وہ بڑی عجیب پوزیشن ہوتی ہے لیکن یہ صورت اس وقت آتی ہے جب انسان کی اگلے مرحلے میں ترقی ہونی ہوتی ہے، یہ بات یاد رکھیں۔ جب اللہ میاں آگے ترقی دینا چاہتا ہے تو پہلے قبض کی حالت سے گزارتا ہے۔ یہ قبض کی حالت ایسی ہے کہ اس میں خود جب وحی آنا بند ہوئی تو حضور اقدس ﷺ نے دو مرتبہ پہاڑ سے چھلانگ لگانے کی کوشش کی، اتنے تنگ ہوئے تھے۔ پورے معاشرے میں مشہور ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے اللہ نے چھوڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ بہت تنگ آ گئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ والشمس اتاری اور آپ کی تسلی ہوگئی۔

آپ لوگوں پر بھی جب کوئی ایسی قبض کی حالت آئے تو یہ حالت ساری برداشت والی ہوتی ہے اس سے نکلنے کے لئے باباجیؒ نے طریقے بتائے ہیں کہ تہجد کی نماز لمبی لمبی کر کے پڑھیں۔ آپ کو اگر گنگنانے کی عادت ہے تو کوئی دل جلے والی غزل پڑھیں، کہیں قوالی میں شامل ہو جائیں۔ لمبی سیر کریں، کسی ویرانے یا جنگل کی طرف نکل جائیں تو ایسے اللہ کے فضل سے اس کی یاد تازہ ہونے سے خود یہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

(آن لائن محفل مورخہ 23 جون 2024ء کی گفتگو سے اقتباسات)

تعمیرِ ملت (ایک اہم سوال)

(حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

دنیائے اسلام کے لیے وقت کا سب سے اہم سوال یہ ہے کہ جب ہمارا دین مکمل، ہمارا نبیؐ برحق اور ہمارا قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملتِ اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے؟ یہ سوال جس قدر اہم اور ہماری توجہ کا مستحق ہے، افسوس کہ ہماری مُردہ دلی اور بے حسی کی وجہ سے اس کے ایک ہزارویں حصے پر بھی غور و خوض نہیں کیا گیا۔ زندہ قوموں کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی منصوبہ پورا نہ ہو، کوئی مہم ناکام رہے یا میدانِ جنگ میں کوئی معمولی سی فوج بھی شکست کھا جائے تو اس کے اسباب کی دریافت کے لیے بڑی بڑی تحقیقاتی کمیٹیاں بٹھائی جاتی ہیں، کمیشن مقرر ہوتے ہیں اور لاکھوں روپے صرف کر دیئے جاتے ہیں تاکہ آئندہ کے لیے ایسی ناکامیوں کا پوری طرح انسداد ہو جائے۔ ہماری حالت یہ ہے کہ اس سوال پر جو ہمارے لیے موت اور زندگی کا سوال ہے، بین الملی طور پر تو کیا انفرادی طور پر بھی کما حقہٗ غور و فکر نہیں کیا جاتا ناچ گانوں کی محفلوں پر لاکھوں روپے برباد کیے جاتے ہیں، محافلِ میلاد، مجالسِ عزا اور مواعظ کے جلسوں میں موتی اور پھول برسائے جاتے ہیں، لوگوں کو رُلایا اور ہنسایا جاتا ہے، علمی اجتماعات میں مناظرے اور مباحثے کیے جاتے ہیں، مقالات پڑھے جاتے ہیں، مشاعروں میں داد و ستائش کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا جاتا ہے، مگر آج تک کسی محفل، کسی مجلس، کسی مشاعرے، کسی وعظ میں آپ نے اس موضوع پر بھی کچھ سنا ہے کہ ہمارے زوال و پستی کے اسباب کیا ہیں اور کن تدابیر سے ہم اپنا کھویا ہوا مقام پھر حاصل کر سکتے ہیں؟ انفرادی طور پر البتہ جب کبھی اور جس کسی سے یہ سوال کیا جاتا ہے تو مشرق سے مغرب اور شمال سے

جنوب تک ہر مُلک کا مسلمان اس کا یہی ایک جواب دیتا ہے کہ ہم نے قرآن کی تعلیم پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ یہ جواب اپنی جگہ سو فیصدی صحیح لیکن اس قدر مُجمَل ہے کہ سننے والے کو کوئی خاص فائدہ اس سے نہیں پہنچ سکتا۔ خصوصاً جبکہ ہر شخص اپنی جگہ پر یہ سمجھتا ہو کہ جہاں تک تعلیمِ قرآن پر عمل کرنے کا تعلق ہے، صرف وہ اور اس کا فرقہ ہی پکا مسلمان ہے اور باقی تمام مسلمان گمراہی میں مبتلا ہیں۔

قرآن صرف عبادات اور ان کے متعلق احکامات ہی پر تو مشتمل نہیں، یہ تو ایک مکمل دستور العمل ہے حیاتِ انسانی کا۔ یعنی حیاتِ انسانی کے جتنے بھی شعبے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان سبھی کے متعلق ہدایات دے کر وہ راستہ متعین کر دیا ہے جس پر چل کر انسان دُنیا میں امن و آسائش اور اطمینان و مسرّت کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اب چونکہ انسانی زندگی کے بہت سے پہلو ہیں، اس لیے صرف یہ کہہ دینا کہ "ہمارے زوال کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کی تعلیم پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے" ہرگز کافی نہیں ہے بلکہ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہر شعبۂ زندگی میں ہم کس طرح اور کس حد تک قرآن کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات دو چار فقروں میں تو کیا ایک ضخیم کتاب میں بھی پوری تفصیل و تشریح سے بیان نہیں ہو سکتی، لیکن بالکل کچھ نہ ہونے سے کچھ نہ کچھ ہونا بہر حال بہتر ہوتا ہے۔ اس لیے صفحاتِ ذیل میں ہم نے اس سوال کا جواب دینے کی ایک معمولی سی کوشش کی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دُنیائے اسلام میں جو حضرات حقیقی معنوں میں عالم و فاضل ہیں وہ اس سوال کا جواب دیتے اور ہر شعبۂ زندگی پر مفصّل اور مبسُوط کتابیں لکھ کر زوالِ ملت کے تمام اسباب بیان فرماتے۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا یا کم از کم ہمارے علم کے مطابق اس کی کوئی معقول کوشش اب تک نہیں کی گئی۔ اس لیے باوجود اپنی علمی کم مائیگی کے محض فرض کفایہ سمجھ کر ہم نے

خود اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اور ملّت کو اس کتاب سے کچھ فائدہ پہنچے گا یا نہیں؟ لیکن اتنی امید ضرور ہے کہ ہماری اس ناچیز کوشش کو دیکھ کر اربابِ علم و دانش اس طرف متوجہ ہوں گے اور حقیقتاً اچھی اچھی کتابیں لکھ کر اس کام کو مکمل کر دیں گے جو ایک زمانہ سے تشنۂ تکمیل پڑا ہوا ہے۔

کسی خطۂ زمین کے باشندے انفرادی طور پر کتنے ہی خوشحال کیوں نہ ہوں جب تک وہ ایک جماعت کی شکل میں منظم اور مربوط نہ ہو جائیں اور ذاتی فوائد کو اجتماعی منافع پر قربان کرنا نہ سیکھ لیں، تمدنی ترقی نہیں کر سکتے اور دوسری منظم اور طاقتور اقوام کی دستبرد اور ظلم و ستم سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اِس لیے ہم نے اس کتاب میں سب سے پہلے اجتماعیت کے وہ قرآنی اُصول بیان کیے ہیں جن پر عمل کر کے رسولِ خدا کے صحابیوں کی مبارک جماعت نے قلیل ترین عرصہ میں وہ شاندار ترقی کی جس کی مثال تاریخِ عالم میں کہیں نہیں ملتی۔ پھر یہ بتایا ہے کہ ان قرآنی اُصولوں سے انحراف اور روگردانی کس طرح ہمارے موجودہ تنزل کا باعث ہوئی۔ اس کے بعد اسلامی عقائد، عبادات اور معاملات یعنی حقوق اور اخلاق و آداب کا بیان کیا گیا ہے۔

اسلامی عقائد چونکہ سبھی غیب سے تعلق رکھتے ہیں اور اللہ کا حکم ہے کہ غیب پر بغیر دیکھے ایمان لے آؤ لیکن باوجود ازیں کچھ آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں جو ان غیبی امور کو عقل سے سمجھ کر یا آنکھوں سے دیکھ کر ان کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں اور یہ کام علمِ تصوّف کا ہے، اِس لیے کچھ ضروری بیان تصوّف کا بھی کیا گیا ہے۔ اس بیان میں یہ بتایا گیا ہے کہ موجودہ تصوّف اور حقیقی اسلامی تصوّف میں کیا فرق ہے۔ قرآن سے تصوّف کی کیا سند ہے، رسول اکرمؐ اس کے متعلق کیا سکھاتے تھے۔ پہلے زمانے کے اولیائے عظام اور صوفیائے کرام نے کفار کو مسلمان بنانے اور مسلمانوں میں ایمانِ کامل اور اخلاقِ محمدیؐ پیدا کرنے کے لیے کیا کچھ کیا

اور بعد کی صدیوں میں تصوّف کے جھوٹے دعویداروں اور جاہل صوفیوں نے اس مبارک علم کی کیسی مٹی پلید کی اور ملّتِ اسلامیہ کو کس قدر شدید نقصان پہنچایا۔ تصوّف کے ضمن میں مبدا اور معاد کا بھی ذکر آ گیا ہے۔ یعنی یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کی روح انسان کے پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھی، اس میں کیا کیا صفات تھیں، وہ اپنی اصلی جگہ سے کس شکل میں چلی اور کن کن مقامات سے گزرتی ہوئی اور کیا کیا صفات حاصل کرتی ہوئی جسدِ انسانی تک پہنچتی ہے۔ وہ نیک اور بد اعمال سے کس طرح متاثر ہو کر کثیف یا لطیف بنتی ہے۔ مرنے کے بعد کس طرح سفرِ آخرت طے کرے گی اور کن کن عوالم سے گزرتی ہوئی دوزخ یا جنت میں اپنے مستقر تک پہنچے گی۔ اس سلسلے میں جبر و قدر کے مسئلہ پر بھی کچھ روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے تقدیر کو ماننے کے باوجود بھی کیوں اس قدر شاندار ترقی کی اور قرونِ اُخریٰ کے مسلمان تقدیر کو ماننے کی وجہ سے کیوں ذلیل و خوار ہو گئے۔

عبادات کے بیان میں طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد کا ذکر ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ یہ اسلامی عبادات افراد کے اعمال و کردار پر کیا نفسیاتی اور روحانی اثر ڈالتی ہیں جن کی وجہ سے وہ ایک ایسی طاقتور جماعت بن جاتے ہیں کہ دُنیا کا کوئی اور نظامِ اجتماعی ان کا پاسنگ بھی ثابت نہیں ہو سکتا اور کس طرح ایک انسان ان عبادات کو پوری طرح اختیار کر لینے سے ابدی مسرّت و اطمینان کے اُن خزانوں پر قابض ہو جاتا ہے جہاں فلسفہ، سائنس یا کسی اور علم کا ہاتھ بھی نہیں پہنچ سکتا۔

معاملات کے بیان میں اجتماعی اور روز مرّہ زندگی کے تمام حقوق العباد اور اخلاق و آداب کا ذکر ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ان پر قرآنی تعلیم و ہدایت کے مطابق عمل کرنے سے کس طرح انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تکمیل ہوتی ہے اور کس طرح ایسے افراد اور اُن کی قوم

دُنیا اور آخرت دونوں میں فائز المرام ہو سکتے ہیں۔سب سے آخر میں ساری کتاب کا ایک مختصر سا خلاصہ دیا گیا ہے تا کہ جو لوگ ایک مرتبہ تمام کتاب کو پڑھ لینے کے بعد عام استفادہ کی نظر سے کتاب کی روح کو معلوم کرنا چاہیں تو بار بار اس خلاصہ کو پڑھ کر اپنا مقصد حاصل کر سکیں۔

اس قسم کی تصانیف خصوصاً تصوف وغیرہ کی جتنی کتابیں اب تک لکھی گئی ہیں، ان کا طرزِ بیان، موضوع کی دشواری اور اصطلاحات کی گرانباری کی وجہ سے اس قدر مشکل ہوتا ہے کہ پڑھنے والے پریشان ہو جاتے ہیں اور پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اِس لیے ہم نے اس کتاب میں نہایت آسان اور سلیس زبان لکھی ہے، حتیٰ کہ تصوُّف جیسے خشک مضمون کو بھی ایسے آسان اور دلکش انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ قارئین کا دل نہ اکتائے اور مطلب آسانی سے ذہن نشین ہو جائے۔

یہ کتاب تمام عالمِ اسلام کے لیے ہے لیکن اُردو میں ہونے کی وجہ سے ہمارے مخاطب علی الخصوص پاکستان کے مسلمان ہیں۔ پاکستان ایک نوزائیدہ مُلک ہے اور اس دعوے کے ساتھ بنایا گیا ہے کہ یہاں صرف قرآن اور سنّت کے مطابق حکومت کی جائے گی۔ دُنیا میں اب تک بیسیوں طرزِ حکومت آزمائے جا چکے ہیں لیکن کوئی طرزِ حکومت بھی انسان کو من حیث الکل مطمئن نہیں کر سکا۔ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ انسان کو سو فیصدی مطمئن کرنے اور خوش حال و فارغ البال رکھنے والا طرزِ حکومت صرف وہی ہے جس کے اُصول قرآن میں بتائے گئے ہیں۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے چودہ سو برس تک جن مختلف ممالک پر حکومت کی ان کے عوام ہی کب خوش رہے، علاوہ ازیں تمہارے اسلامی ممالک خود آپس ہی میں ہمیشہ لڑتے اور خونریزیاں کرتے رہے، اس لیے تمہارا دعویٰ باطل ہے۔ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ درحقیقت قرآنی اُصولوں کے مطابق حکومت تو صرف رسول پاکؐ کے زمانے

سے حضرت عمرؓ یا زیادہ سے زیادہ خلافتِ راشدہ تک ہی رہی ہے اور اس زمانہ میں نہ صرف ممالکِ اسلامی بلکہ اُن ملکوں کے عوام بھی ہر طرح خوش رہے جہاں مسلمانوں کی حکومت تھی، لیکن خلافتِ راشدہ کے بعد جتنی بھی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں وہ قرآنی اُصولوں کے مطابق نہ تھیں، اِس لیے ان حکومتوں میں عوام کو وہ امن وسکون میسر نہ ہوا جس کی تلاش میں اہلِ دُنیا ہمیشہ سے سرگرداں وپریشان ہیں۔ لہٰذا اب ہم پاکستانی محض کتاب وسنت کے مطابق ایک نظامِ حکومت قائم کر کے دُنیا پر ثابت کردیں گے کہ صرف وہی طرزِ حکومت جو قرآن نے بتایا اور رسولِ خدا نے قائم کر کے دکھایا، دُنیا کی فلاح وبہبود کے لیے ممّد ہو سکتا ہے۔ یہ بظاہر چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے، لیکن دعویٰ اپنی جگہ پر قائم ہے اور وہ مملکت جو اس دعوے کے تحت بنایا گیا ہے، موجود ہے اس لئے "اے پاکستانی مسلمانو! اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ یہ بات تمام دُنیا کے لیے ایک نیا تجربہ ہے اور تمام اسلامی وغیر اسلامی ممالک کی آنکھیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں اور وہ سب تمہارے اس دعوے کی صداقت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر تم سچے ثابت ہوئے تو معلوم ہے کیا ہوگا؟ امکان نہیں بلکہ یقین کامل ہے دُنیا کے تمام ممالک کی بھاری اکثریت صداقتِ قرآن کی قائل اور تعلیم قرآن پر عامل ہو جائے گی۔ لیکن اگر تم ناکامیاب رہے تو ساری دُنیا میں تمہارا، تمہارا نہیں خدا اور رسولؐ کا مذاق اُڑے گا اور اُس کی سزا میں تم اِس دُنیا میں بھی ذلیل ورسوا ہوگے اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے"۔

قیامِ پاکستان کو کافی عرصہ ہوگیا ہے، اب تک ہم نے کیا کیا ہے، اس پر پورا تبصرہ تو ممکن نہیں اتنا یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد یہاں کے باشندوں میں نماز کا چرچا بہت زیادہ ہوگیا ہے، مساجد بھی عام طور پر ہر جگہ نمازیوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں اور

سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ اکثر اُمراء اور حُکّام بھی موٹروں میں بیٹھ کر آتے اور اپنے غریب بھائیوں کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتے ہیں روزوں کی پابندی اور رمضان کی رونق بھی پہلے سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ زکوٰۃ دینے والوں اور حج کرنے والوں کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے اور حصولِ دولت کے لیے عمل کی قوت میں بھی بے اندازہ ترقی ہوئی ہے اور بے عملی، سُستی اور کاہلی کی تباہ کن عادتیں رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہیں، لیکن جہاں تک اخلاق کا تعلق ہے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس میں ہمارے پاکستانی بھائیوں نے بالکل ترقی نہیں کی بلکہ الٹا تنزل ہوا ہے، حالانکہ یہی وہ کسوٹی ہے جس پر غیر مسلم قرآن کریم کی تعلیم اور رسولِ خدا کے اسوۂ حسنہ کو جانچتے، پرکھتے اور اسلام کے متعلق رائے قائم کرتے ہیں۔ یہ لوگ تمہاری نماز اور روزوں کو ہرگز نہیں دیکھتے، وہ تو صرف یہ دیکھتے ہیں کہ کاروبار اور معاشرتی معاملات میں تم ان کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہو۔ یہ لوگ تمہارے اخلاق کے متعلق بہت بُری رائے رکھتے ہیں اور سبب قرآنی تعلیم کو ٹھہراتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پاکستانی عوام آدابِ مجلس میں بالکل کورے ہیں، بول چال میں ان کی زبان نا ملائم، لہجہ سخت اور حرکات وسکنات درشت ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکستانی مسلمانوں کو راستہ تک چلنے کی تمیز نہیں ہے، راستے میں ہر وقت تھوکتے ہیں، پھلوں کے چھلکے پھینکتے ہیں، چلتے میں ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہیں، حتیٰ کہ بچوں اور خواتین کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ بسوں اور ٹرینوں میں سوار ہوتے وقت ان کو قطار تک بنانی نہیں آتی۔ چلتے چلتے لڑ پڑنا، گالیاں بکنا اور ایک دوسرے سے دست بگریبان ہوجانا ان کی عام عادتیں ہیں جو پاکستان کے ہر شہر میں عام راستوں پر ہر وقت نظر آسکتی ہیں۔ ان لوگوں کو ہم پاکستانیوں کی بد دیانتی کا بھی بہت شکوہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پاکستانی نوکر بے انتہا بے ایمان ہوتے ہیں، ہم ان سے سودا منگائیں تو

ایک روپیہ کے دو دو روپیہ وصول کرتے ہیں اور اگر ہم بازار سے خود جا کر لیں تو پاکستانی دکاندار ایک چیز کی قیمت دس روپے مانگتے ہیں اور آخر میں حجت اور بک بک جھک جھک کے بعد وہی چیز دو دو روپے میں دے دیتے ہیں۔ اگر یہاں کے سوداگروں سے کوئی بڑا سودا کیا جائے تو بے ایمانی اور بھی بڑی کرتے ہیں۔ اِن کو اپنی زبان اور اپنے وعدوں کا بالکل لحاظ نہیں ہوتا۔ نمونہ کچھ دکھاتے ہیں دیتے کچھ اور ہیں۔ حتّٰی کہ جو سامان غیر ممالک کو بڑی مقدار میں بھیجا جاتا ہے اس میں بھی یہی بے ایمانی کی جاتی ہے جس کی وجہ سے باہر کی منڈیوں میں ان کی ساکھ کم ہو رہی ہے، جو غیر ملکی حضرات قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام کی سادگی، صداقت اور آسانیوں کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں وہ جب اسلامی ممالک میں اپنے دینی بھائیوں کو دیکھنے آتے ہیں تو سخت مایوس ہوتے ہیں۔ ہم نے ایسے کئی حضرات کو بگوشِ خود کہتے سنا ہے کہ ''ہم تو قرآن کی تعلیم کو دیکھ کر ایمان لے آئے مگر جب یہاں آ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ مسلمان تو شرافت اور اخلاقِ حسنہ کے نام سے بھی واقف نہیں اور ہم اب یہ غور کر رہے ہیں کہ ہم نے اسلام قبول کر کے غلطی تو نہیں کی''۔

ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے عموماً اور پاکستان کے مسلمانوں سے خصوصاً یہ مخلصانہ استدعا کرتے ہیں کہ عبادات کی پابندی کے ساتھ ساتھ آپ اپنے اخلاق کو سنوارنے اور سدھارنے کی کوشش کریں تا کہ اقوامِ عالم اسلام کے متعلق غلط رائے قائم نہ کر سکیں اور آپ کو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب نہ دینا پڑے۔

اب ہم آئندہ صفحات میں اس سوال کا جواب پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو شروع میں لکھا جا چکا ہے، یعنی جب ہمارا دین مکمل، ہمارا نبیؐ برحق اور ہمارا قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملّتِ اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے؟

مقصودِ حیات (انسانیت کے نام)

محمد صدیق ڈار توحیدیؒ شیخ سلسلہ توحیدیہ (سوم)

اے ابن آدم! تو اپنی زندگی کتنی بے فکری سے گزار رہا ہے۔ یہ وقت تو بہت بڑی دولت ہے لیکن تو اِسے انتہائی بے دردی کے ساتھ لٹائے چلا جا رہا ہے۔ تجھے تو معلوم ہی نہیں کہ تو کون ہے؟ تجھے کس نے پیدا کیا؟ یہ دنیا کس لئے بنائی گئی ہے اور تجھے یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟ تو بغیر سوچے سمجھے دوڑے چلا جا رہا ہے۔ اگر کسی مسافر سے پوچھا جائے کہ تو کون ہے کہاں سے آیا ہے، کہاں جا رہا ہے، کس شے کی جستجو ہے، کس سے ملنا ہے اور وہ ہر سوال کے جواب میں یہی کہے کہ مجھے معلوم نہیں تو کیا تم اِس کی عقل پر شک نہیں کرو گے؟

ذرا اپنی حالت پر غور کر لو۔ کیا یہ مثال تم پر صادق نہیں آتی۔ پھر یہ بات بھی تمہارے قلب و ذہن میں رہتی ہے کہ تم اشرف المخلوقات ہو۔ بلاشک وشبہ تمہاری تخلیق احسن تقویم یعنی بہترین صلاحیتوں اور برتر شعور کے ساتھ کی گئی ہے اور اِسی خصوصیت کی وجہ سے تمہیں صاحب ارادہ و اختیار بنایا گیا۔ خالق کائنات نے تمہیں دوسری مخلوقات سے اشرف پیدا کیا ہے تو یقیناً تمہارے ذمے کوئی ایسا اعلیٰ اور منفرد کام بھی لگایا ہوگا جو کسی دوسری مخلوق کے بس کا روگ نہیں تھا۔ لیکن اتنے بڑے اعزاز کا تمہیں احساس ہی نہیں ہے۔ تم تو کولہو کے بیل کی طرح بھوک پیاس، گرمی سردی اور جنسی جبلتوں کی تسکین کے چکر میں مگن صبح و شام کرتے ہوئے عمر تمام کر رہے ہو۔ تیرا یہ انداز فکر اور طرز حیات دوسرے حیوانوں سے کسی طرح بھی مختلف نہیں ہے۔ اتنی منفرد صلاحیتوں کا مالک ہوتے ہوئے حیوانی سطح پر آ گرنا تو شرف انسانیت کی تذلیل اور قابل تعزیر جرم ہے۔ تیرے بہترین حواس اور دل و دماغ اگر نفسانی

خواہشات اور مادی لذات سے ماورا کچھ سوچ ہی نہ سکیں اور چاروں طرف بکھرے ہوئے حسن یار کے جلووں سے تو محروم رہ جائے تو یہ جینا کس کام کا۔ تیرے ازلی دشمن شیطان نے تجھے اللہ کی یاد سے یکسر غافل کر دیا ہے۔ اس نے تجھے اپنے جال میں اس طرح جکڑ لیا ہے کہ تیری سوچیں اور صلاحیتیں تیرے پیٹ کی غلام بن کر رہ گئی ہیں۔ تیری حالت پر افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے روٹی اس لئے دی تھی کہ تو اس کے استعمال سے قوت پرواز حاصل کر کے اللہ کی محبت کی منازل طے کرے لیکن تیری کج فہمی، کوتاہ نظری اور کم ہمتی کی وجہ سے روٹی تجھے کھا گئی ہے۔ تو حریم کبریا کی طرف پرواز کرنے والے طائر لاہوتی کی بجائے مٹی کا کیڑا بن کر رہ گیا ہے۔ یہ حقیقت بڑی آسان فہم ہے کہ جو شے جس مقصد کیلئے بنائی جاتی ہے اس کو پورا کرنے اور کرتے رہنے ہی سے اس کی قدر و قیمت قائم رہتی ہے۔ اگر وہ شے مطلوبہ کام سرانجام دینے کے قابل نہ رہے تو اسے کاٹھ کباڑ میں پھینک کر کوڑیوں کے دام بیچ دیا جاتا ہے۔ پھلدار درخت جو پھل نہیں دیتے یا دینا بند کر دیتے ہیں انہیں کاٹ کر ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ دھات اور نائلون وغیرہ کی بنی ہوئی اشیاء کو توڑ پھوڑ کر ڈھلائی والی بھٹیوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اگر تو نے اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا نہ کیا تو تیرے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ کیا جائے گا۔

تمہارے خالق نے عالم ارواح میں ہی تم سے یہ عہد لے لیا کہ تم مجھے ہی اپنا رب مان کر زندگی میرے عطا کردہ آئین حیات کے تحت بسر کرو گے۔ اس طرح تم دنیا میں بھی مسرت اور مطمئن زندگی گذار سکو گے اور آخرت میں بھی میری رضا حاصل کر کے سرخرو ہو جاؤ گے۔ اللہ رحیم و کریم نے اپنی خصوصی رحمت سے انبیاء کی بعثت کا انتظام فرمایا تا کہ تمہیں تمہاری تخلیق کے مقصد سے آگاہ کر کے اللہ تعالیٰ کی بندگی کے صراط مستقیم پر چلنے اور اس کی

محبت کی تکمیل کرنے کیلئے مطلوبہ ہدایت فراہم کریں تاکہ تم دنیا کی بھول بھلیوں، نفس کی خواہشات اور شیطان کے مکروفریب میں پھنس کر نہ رہ جاؤ۔ لیکن افسوس ہے کہ انسانیت کے ان مخلص محسنوں اور حقیقی خادموں کا ہر دور میں ٹھٹھا اُڑایا گیا۔ انہیں ستایا گیا بلکہ بعض کو موت کے گھاٹ ہی اُتار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے اِن منتخب بندوں نے اولادِ آدم کو یہ دعوت دی کہ اللہ کو اپنا رب اور الٰہ مان کر اِس کی بندگی اور ہماری اطاعت کرو۔ انہوں نے اہل ایمان کو جنت کی بشارت دی اور اس میں ملنے والی نعمتوں سے آگاہ کیا اور ابدی حقائق کو جھٹلا کر نافرمانی کی راہ اپنانے والوں کو جہنم کی سزا سے ڈرایا۔ لیکن تھوڑے لوگوں نے ہی اللہ کی دعوت کو قبول کر کے انبیاء کے اتباع کی سعادت حاصل کی۔ اکثر لوگوں نے تکبر کیا اور میثاق ازل کو فراموش کر کے اللہ اور یوم آخرت کے وجود سے انکار کر دیا اور ''مولا مرضی'' کی بجائے اپنی خواہشات اور ''من مرضی'' کی زندگی گزارنے کو ترجیح دی۔ اے اولادِ آدم! آج بھی تمہاری اکثریت اِسی روش پر کاربند ہے۔ حالانکہ اگر تم اپنے حواس کو صحیح طور پر استعمال کرو تو اِس کائنات کا ذرہ ذرہ اور پتا پتا خالق کائنات کے وجود پر گواہی دیتا ہوا محسوس ہوگا۔ تم اپنے وجود پر ہی غور کر لو کہ کس طرح تمہاری تخلیق پانی کی ایک بوند سے شروع کی گئی اور رحم مادر میں خلق کے بعد خلق کے کئی مراحل کے بعد تمہارا ناک نقشہ درست کیا گیا۔ جسم کے اندرونی و بیرونی اعضاء کا حیرت انگیز نظام وجود میں لایا گیا انہیں ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کیا گیا۔ کیا یہ سب کچھ بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود بن گیا۔ تمہارے ماں باپ کو خبر بھی نہ تھی کہ رحم کے اندھیروں کے اندر کیا کچھ ہو رہا ہے۔ تم اس وقت کیا تھے اور کہاں تھے۔ اب تو تمہیں باتیں بنانا آ گئی ہیں اس لئے اپنی تخلیق کی کیفیات کو فراموش کر کے اللہ کے وجود کے بارے میں بحث کرتے ہو۔ تمہارے رب نے سورج، چاند اور دن رات کو تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے

تمہاری غذا کیلئے ہزار ہا اقسام کے پھل اور غلے پیدا فرمائے۔تمہارے استعمال کیلئے جانور پیدا کر رکھے ہیں۔جن کا دودھ پیتے، گوشت کھاتے اور ان کے بالوں، اون، ہڈیوں اور چمڑوں سے قسم قسم کے فائدے اُٹھاتے ہو۔اس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسا کر ایک خاص مقدار میں اس کا ذخیرہ کر دیا ہے اور بارش کے ذریعے اس کی تقسیم کا حیرت انگیز نظام قائم کر رکھا ہے۔پانی جیسی عظیم نعمت جس پر حیات کا دارومدار ہے کا وجود ابھی تک کسی دوسرے سیارے میں دریافت نہیں ہو سکا۔تمہارے رب نے تمہیں عزت و اکرام سے نوازتے ہوئے تمہاری سواری کیلئے گدھے، گھوڑے، اُونٹ، خچر، کشتیاں، کاریں، بسیں، ریل گاڑیاں، ہوائی جہاز اور خلائی راکٹ بنا دیے تا کہ تم اپنے مہربان آقا کی نعمتوں پر اس کی حمدوثناء کرو اور احسان شناس بندے بن کر اس کے حضور سر بسجود ہو جاؤ۔تم نے کبھی آگ اور تمہاری زندگی میں جو اس کی اہمیت ہے اس پر غور کیا ہے۔گھر کی تعمیر میں اینٹیں بننے، کچن میں کھانا پکانے بجلی کے پاور ہاؤس چلنے، واٹر سپلائی کے پمپوں کے چلنے، سکوٹروں، کاروں اور ریل گاڑیوں کے دوڑنے ہوائی اور خلائی جہازوں کے اُڑنے اور بے شمار صنعتی فیکٹریوں کے چلنے کا دارومدار آگ پر ہی ہے۔اس کیلئے ایندھن خواہ لکڑی اور کوئلہ کی صورت میں ہو یا گیس اور تیل کی صورت میں ہو سب کا منبع درخت ہی ہیں جن کے پیدا کرنے میں تمہارا کوئی ہاتھ نہیں۔اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے تمہیں بار بار زمین میں پھیلی ہوئی خالق کائنات کی ان بے شمار آیات پر غور و تدبر کرنے کی ترغیب دی اور خود اپنے نفسوں کے اندر جھانک کر اور من میں غوطہ زن ہو کر حقائق حیات معلوم کرنے کی دعوت دی تا کہ تم اپنے رب کی معرفت حاصل کر کے حقیقی فوز و فلاح کا راز پا جاؤ اور تمہارے اندر سے سعادت ازلی کے سوتے پھوٹ پڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے روز الست تمہارے دل میں جو اپنی محبت کا بیج بو دیا تھا وہ پھوٹ نکلے اور چہرے کی

یہ بیل پھولوں سے لد جائے اور خوشبو تمہارے انگ انگ میں سما جائے اور تمہاری روح وجد میں آ جائے۔ تمہارے اردگرد کتنے ہی خوش نصیب انسان موجود ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا آقا اور حکمران تسلیم کر کے عہد الست کی تجدید کر لی ہے۔ وہ حزب اللہ میں داخل ہو کر اللہ کے دیئے ہوئے نظام حیات کے مطابق مطمئن زندگی بسر کر رہے ہیں اور ہر وقت اس کے فضل اور اس کی رضا کی جستجو میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن تو اپنی آنکھوں، کانوں اور اپنے دل و دماغ کی نعمتوں کو حقیقی مقصد کیلئے استعمال کرنے میں ناکام ہو گیا اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ کر سکا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تو حیوانوں کی مانند بلکہ اُن سے بھی گیا گذرا اور گمراہ قرار پایا کیونکہ حیوانات تو اپنے کمتر عقل و شعور کے باوصف اپنے خالق کو پہچانتے، اس کی تسبیح بیان کرتے اور اس کے مقرر کردہ وظیفہ حیات کے عین مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ تجھے تو اللہ تعالیٰ نے بہترین صلاحیتوں اور شعور سے نواز کر صاحب اختیار بنایا۔ یہ ایک منفرد اعزاز تھا جو صرف تجھے عطا ہوا اور یہ تمہاری صلاحیتوں اور کردار کا امتحان تھا کہ تو ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے اس اختیار کو مثبت طریقہ سے استعمال کر کے اپنے خالق کی رضا حاصل کرتا ہے یا اس کے احکام سے سرکشی اور بغاوت کر کے سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

اے ابن آدم! تیری خصوصی حیثیت کی وجہ سے تیرے لئے جبر روا نہیں رکھا گیا بلکہ دعوت کا طریقہ جاری کیا گیا تاکہ تیری ظاہری بصارت، باطنی بصیرت اور انتخاب کی صلاحیت کا امتحان ہو جائے۔ پوری کائنات اللہ کی الوہیت کے سامنے سربسجود ہے کیا تو محض اس لئے اپنے خالق اور رحیم و کریم آقا کی نافرمانی کر رہا ہے کہ نباتات، جمادات کی طرح تجھے جبری تقدیر میں نہیں جکڑا گیا؟ کیا تو نے صرف اس لئے جرم و گناہ کی زندگی اپنا رکھی ہے کہ تجھے قانون شکنی کی صلاحیت حاصل ہے۔ یہ تو اختیار کا نہایت ہی گھٹیا اور ناروا استعمال ہے۔

آزادی تو بہت بھاری امانت اور عظیم ذمہ داری کا نام ہے۔ اے انسان اگر تو انبیاء کی دعوت قبول کر کے اپنے محبوب حقیقی اور جان وجہان کے مالک پر ایمان لے آئے اور اس کا بندہ بن کر زندگی بسر کرے تو وہ تمہارا مولا و مددگار اور حامی و ناصر بن کر تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے گا۔ اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے لگیں گے۔ اس کی رحمت سے تیرا سینہ روشن، دماغ منور اور دل مطمئن ہو جائے گا۔ لیکن اگر تو اپنے خالق کائنات کی آیات کو غور سے دیکھنے کی زحمت ہی نہ کرے اور اندھا رہنا ہی پسند کرے تو پھر تیرا رب تیری آنکھوں پر پردہ ڈال دیگا۔ جب تم اپنے کانوں سے حق کی آواز سننا ہی گوارا نہیں کرو گے تو پھر ان پر بھی مہر لگا دی جائے گی۔ اللہ دنیا میں بھی تمہاری سماعت اور بصارت کی صلاحیت سلب کر سکتا ہے لیکن قیامت کے دن ایسا ضرور ہوگا کہ تجھے اندھا، گونگا اور بہرہ اٹھایا جائے گا اور تو چوپایوں کی مانند منہ کے بل چلے گا۔ تم پریشان ہو کر اللہ سے فریاد کرو گے کہ میں تو دنیا میں بھلا چنگا تھا تو تجھے جواب دیا جائے گا کہ تو نے دنیا میں ان نعمتوں کی قدر نہ کی اور وہاں جا کر ہمیں بھول ہی گئے۔ آج ہماری رحمت نے تجھے فراموش کر دیا اور یہ نعمتیں تجھ سے چھین لی گئیں۔ تمہارے گلے میں طوق ڈال کر تمہیں زنجیروں میں جکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ یہ تمہاری اپنی بد اعمالیوں کا صلہ ہوگا۔ اس دن اللہ کے نیک بندے عرش الٰہی کے سایہ تلے مسرور و شادمان ہونگے۔ انکے چہرے تر وتازہ اور اللہ کی عبادت سے چمکتے ہوں گے۔ ان کی روحوں سے اللہ کی محبت کا نور پھوٹ پھوٹ کر ان کے آگے آگے چلے گا۔ جنت کے فرشتے انہیں کامیاب زندگی گذارنے پر مبارکباد کہیں گے اور جنت میں خوش آمدید کہیں گے جہاں ان کو ایسی نعمتیں ملیں گی جو انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتیں۔ سب سے بڑھ کر انہیں جو نعمت عطا ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار ہوگا اور وہ اس کی حمد وثناء میں مشغول رہیں گے۔

آزادیٔ فکر و عمل

(قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

قرآن کریم اپنے مخصوص انداز میں اللہ کی ازلی اور ابدی بادشاہت کی نشانیوں پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے اور آخرت میں کفار اور مومنین کے ساتھ پیش آنے والے حالات کی تفصیل بیان کر دینے کے بعد بھی ایمان لانے یا نہ لانے کا فیصلہ انسان کے ضمیر پر چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کو بھی یہی طرزِ عمل اختیار کرنے کی تلقین کی کہ لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف قرآن کی آیات حکمت اور پیار بھری نصیحتوں کے ساتھ بلائیں۔ مخالفین کے ناروا اور سخت رویے سے بددل ہو کر کبھی بھی جھنجلاہٹ اور بیزاری کا اظہار نہ کریں۔ انکار کرنے والوں کی سختی کا نرمی سے جواب دیں۔ اگر وہ پھر بھی آپ کی بات نہ مانیں تو آپ ﷺ اپنی جان کو غم میں نہ گھلائیں کیوں کہ آپ ﷺ کے ذمہ صرف میرا پیغام پہنچا دینا ہے۔ لوگوں کو ایمان پر مجبور کرنا آپ ﷺ کا منصب نہیں ہے اور نہ ہی آپ ﷺ منکرین کے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ آپ ﷺ کا پروردگار یہ قدرت رکھتا ہے کہ اگر چاہے تو کوئی ایسا نشان ظاہر کر دے جسے دیکھ کر زمین پر بسنے والے سارے انسان ایک دم ایمان لے آئیں لیکن انسان کے معاملے میں اللہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے اپنے ربّ کو اس کی آیات سے پہچاننا اور اس پر ایمان لانا انسان کی فراست کا امتحان ہے۔

﴿اِنَّـآ اَنۡـزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالۡحَقِّ‌ۚ فَمَنِ اهۡتَدٰى فَلِنَفۡسِهٖ‌ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا‌ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ (الزمر:۴۱)

ترجمہ: ''ہم نے آپ ﷺ پر کتاب لوگوں کی ہدایت کے لیے سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تو جو شخص ہدایت پاتا ہے تو اپنے بھلے کے لیے اور جو گمراہ ہوتا ہے اپنا ہی نقصان کرتا ہے آپ ﷺ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔''

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

(التغابن:۱۲)

ترجمہ: ''اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے رسول ﷺ کے ذمے تو پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مرضی سے انسان کو جو اختیار عطا کر رکھا ہے وہ اسے ضبط میں نہیں کرنا چاہتے۔ جو انسان اللہ کی راہ میں آنا چاہے اللہ اس کے لیے آسانی فرما دیتے ہیں اور جو منہ موڑ کر چل دے اس کی راہ میں بھی رکاوٹ کھڑی نہیں کرتے اور اسے اس کی راہ جانے دیتے ہیں اس لیے اشاعت دین کے لیے کبھی جبر کا سہارا نہیں لیا گیا حتیٰ کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے بدترین دشمن کو بھی ایمان لانے کی شرط عائد کیے بغیر معاف فرما دیا تھا۔ مسلمانوں کے ملک میں دوسرے مذاہب کے جو لوگ بستے ہیں ان کے مال و جان، مذہبی آزادی اور عبادت گاہوں کی حفاظت کرنا حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے اور انہیں اسلام لانے کے لیے ہرگز مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ دین اسلام تو خیر خواہی کے جذبے کے تحت دنیوی و اخروی بھلائی کے لیے نصیحت اور دعوت ہے جس کسی کا سینہ حقائق اسلام کے لیے روشن ہو جائے اور اہل ایمان کی پاک صاف اور باکردار زندگی اس کے دل کو بھا جائے تو وہ برضا و رغبت دین کے دائرہ میں داخل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور اہل ایمان کو

مخالفین اسلام کے ساتھ بھی خوش خلقی اور شیریں کلام سے پیش آنے کا حکم دیا ہے اور خبردار کیا ہے کہ شیطان ازلی دشمنی کی وجہ سے انسانوں میں عداوت اور جھگڑے پیدا کرنے سے نہیں چوکتا۔کوئی ایمان لائے یا نہ لائے تمہیں بنی نوع انسان میں مذہبی تعصب کی بنیاد پر تفرقہ اور جھگڑا نہیں ڈالنا۔اللہ تعالیٰ کی ہدایت بڑے غور سے پڑھیے:

﴿وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ○ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا (بنی اسرائیل:۵۳:۵۴)

ترجمہ: ”اورآپ میرے بندوں سے کہہ دیجیے کہ لوگوں سے ایسی باتیں کہا کریں جو بہت ہی پسندیدہ ہوں بے شک شیطان (بری باتوں سے) ان میں فساد ڈلواتا ہے کچھ شک نہیں کہ شیطان بنی نوع انسان کا کھلا دشمن ہے تمہارا ربّ تم سے خوب واقف ہے اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو عذاب دے۔اورہم نے آپ ﷺ کو ان پر داروغہ بنا کے نہیں بھیجا۔“

کفار کے جذبات کا احساس: جو لوگ پتھر کے بتوں یا دیوی دیوتاؤں کو پوجتے ہیں ان کے دلوں میں اپنے باطل معبودوں کے لیے ویسا ہی احترام ہوتا ہے جیسا مومنوں کے دلوں میں اللہ کے لیے ہے۔ان کو اپنے عقائد اپنی جانوں سے بھی پیارے اور اچھے لگتے ہیں اس لیے تو ان سے چمٹے رہتے ہیں،مشرکین اپنے بتوں کی ہتک یا ان کے خلاف ناپسندیدہ کلمات سننا ہرگز گوارہ نہیں کرتے ۔ان کے نزدیک ان کے جھوٹے خدا نہایت ہی مقدس اور بزرگ ہستیوں کا درجہ رکھتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے کفار اور مشرکین کے عقائد و جذبات اور احساسات کو بھی مدنظر رکھنے کے لیے جو تلقین فرمائی ہے وہ قابل غور اور مبلغین اسلام

کے لیے مشعل راہ ہے:

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ○ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الانعام:۱۰۷۔۱۰۸)

ترجمہ: ”(اللہ کا ہدایت وکفر کا اپنا ایک نظام ہے) اگر اللہ چاہتا تو مشرکین شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ ﷺ کو ان پر نگہبان مقرر نہیں کیا اور نہ آپ ان کے داروغہ ہیں۔ اے اہل ایمان جن ہستیوں کو یہ مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا بھلا نہ کہنا کہیں یہ بھی بے سمجھے بے ادبی سے اللہ کو برا کہہ بیٹھیں۔ تو فطری بات ہے کہ ہر امت کو ان کے اعمال ہی خوش نما لگتے ہیں (تم فکر مند نہ ہو) آخر کار تو ان کو اپنے ربّ کی طرف لوٹ کر جانا ہی ہے تب وہ ان کو بتا دے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو آگاہ فرما دیا کہ آپ ﷺ کی پوری کوشش کے باوجود سب لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ کئی لوگوں کے دل ان کی مسلسل بد اعمالیوں اور شرارتوں کے سبب مردہ ہو چکے ہیں۔ آپ ﷺ کی نصیحتیں اور قرآن کی آیات کا اثر ان پر بالکل نہیں ہوتا کیوں کہ ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو چکے ہیں اس لیے اگر مشرکین عقیدہ توحید کو تسلیم نہیں کرتے اور اپنے بتوں کی پرستش پر ہی اڑے رہنے پر بضد ہیں تو پھر ان الفاظ کے ساتھ انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیجیے:

﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ○ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ (الزمر: ۱۴-۱۵)

ترجمہ: ''آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ میں اپنے دین کو خالص کر کے اللہ کی بندگی کرتا ہوں اے گروہ مشرکین تم اس کے سوا جس کی چاہو پرستش کرو۔''

تبلیغ دین اور اصلاح کا کام وسعت قلب، تحمل اور قوت برداشت کا متقاضی ہے۔ اللہ کی طرف بلانے والے کے دل میں جب تک اللہ کی مخلوق کے لیے احترام و محبت اور شفقت و رحمت کے جذبات موجزن نہ ہوں، دعوت دین کا کام بارآور نہیں ہوسکتا۔ یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ انسانوں کے دل اللہ کی مٹھی میں ہیں وہ جس کسی کو اور جب چاہے ہدایت نصیب فرما سکتا ہے اور اگر کسی پر اس کے برے اعمال کی وجہ سے بدبختی غالب آچکی ہو تو اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ بایں ہمہ انسانیت کے ناطے اور اللہ کی مخلوق ہونے کے رشتے سے کفار و مشرکین اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ رواداری اور احترام آدمیت کے جذبہ کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہیے اور انسانوں کی بھلائی کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنی چاہیے اس طرز عمل کے بغیر عالم گیر معاشرے کے قیام اور وحدت آدمیت کا حسین خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اپنے اندر اللہ جیسی عادات و اخلاق پیدا کرو۔ اس طرح جس طرح اللہ اپنی مخلوق سے پیار کرتا اور کافر و مومن کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اسی طرح مومن کو بھی عالم گیر محبت کا اصول اپنانا چاہیے اور اپنے کسی قول و فعل سے کسی انسان کو دکھ، رنج، تکلیف یا نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ
بطور شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

(ماجد محمود مرکز تعمیر ملت)

بانیٔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی زندگی میں ہی اپنا جانشین جناب قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کو مقرر فرما دیا تھا لیکن قبلہ عبدالستار خان صاحب اپنی زندگی میں بوجہ علالت اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر نہ فرما سکے۔

بانیٔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ انصاری صاحبؒ کے دیے ہوئے دستور (طریقت توحیدیہ) کے مطابق اگر شیخ سلسلہ کسی وجہ سے اپنا جانشین مقرر نہ کر سکے تو مجازین کرام اپنے میں سے اتفاق رائے سے کسی ایک کو بطور شیخ سلسلہ منتخب کرتے ہیں۔

چنانچہ 1991 میں گوجرانوالہ میں مجازین کرام سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں جناب بشیر مرزا صاحب، جناب آفتاب احمد خان صاحب، جناب راجہ علی اکبر صاحب، جناب عبدالقادر صاحب، جناب الحاج محمد مرتضیٰ صاحب، جناب تجمل صاحب اور جناب محمد یعقوب صاحب (موجودہ شیخ سلسلہ) نے شرکت کی اور متفقہ طور پر قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا بطور شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ انتخاب کر لیا گیا۔

قبلہ محمد صدیق ڈار ائیر فورس سے ریٹائرمنٹ کے بعد قصبہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ میں قیام پذیر تھے اور ریٹائرمنٹ کے بعد خلیفہ رسول اللہ ﷺ جناب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نسبت سے کپڑے کا کاروبار شروع کیا۔

1991 میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ بننے کے بعد آپ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تنظیم نو کا آغاز کیا۔ بکھرے ہوئے توحیدی بھائیوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں پرو دیا۔ آپؒ نے شیخ سلسلہ بننے کے بعد گوجرانوالہ کو اپنی تبلیغ کا مرکز بنایا اور آپؒ گوجرانوالہ کے بہت ہی پیارے بھائی شیخ محمد اکرم صاحب کے آفس "**مسکین لنگی ہاؤس**" اور بعد ازاں شیخ صاحب کی فیکٹری میں ہر بدھ والے دن تشریف لے جاتے تھے اور گوجرانوالہ اور قرب وجوار کے حلقہ جات سے بھائی آپؒ سے فیض یاب ہونے کے لیے تشریف لاتے تھے۔

شیخ سلسلہ بننے کے بعد آپؒ نے پورے پاکستان میں مقیم توحیدی بھائیوں سے خود رابطے کیے اور ان کو سلسلہ توحیدیہ کے دھارے میں شامل کیا۔ یوں آپؒ کی انتھک کاوشوں سے رکا ہوا، تھما ہوا کارواں پھر سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوگیا۔

آپؒ کی قیادت میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ اجتماع 1993 میں گوجرانوالہ میں منعقد ہوا جس میں آپؒ نے اپنا سالانہ خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔

نوکھر میں قیام کے دوران آپؒ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے دوسرے بھائیوں کو شیخ سلسلہ کی سرگرمیوں سے باخبر رکھنے اور رابطے کو مضبوط کرنے کے لیے ماہانہ دو اوراق پر مشتمل پمفلٹ "**عکس ایام**" کے نام سے تمام حلقوں کو ارسال کیا کرتے تھے۔ جس میں شیخ سلسلہ کے مختلف حلقوں کے دورہ جات اور توحیدی بھائیوں کی "کاشانہ توحیدیہ" آمد اور شیخ سلسلہ سے ملاقات کرنے والے بھائیوں کا تذکرہ ہوتا تھا۔ اور اگر شیخ سلسلہ کی طرف سے کوئی اہم اعلان یا نوٹس دینا مقصود ہوتا تو وہ بھی اس میں درج کر دیا جاتا تھا۔

مرکز کے بغیر کوئی بھی جماعت آگے نہیں بڑھ سکتی اور نہ ہی اپنے مقاصد حاصل کر سکتی ہے۔ 1991 میں شیخ سلسلہ بننے کے بعد ہی آپؒ نے اس کی اشد ضرورت محسوس کی

اور اللہ کے فضل و کرم اور قبلہ ڈارؒ کی انتھک کوشش اور توحیدی بھائیوں کے ایثار و قربانی کی بدولت یہ نہایت ہی مختصر سی جماعت اپنے لیے "مرکز" حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

1996ء میں "**مرکز تعمیر ملت**" کے لیے گوجرانوالہ کینٹ کے قریب "وحید کالونی" میں جگہ خرید لی گئی اور تعمیر کا آغاز ہو گیا۔ مرکز تعمیر ملت کا سنگ بنیاد آپؒ نے اپنے دست مبارک سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے رکھا۔ اس تقریب میں گوجرانوالہ، گکھڑ اور حلقہ ڈسکہ کے توحیدی بھائیوں نے شرکت کی۔ مرکز کی تعمیر میں شیخ برادران جناب شیخ محمد اسلم اور جناب شیخ محمد اکرم نے بہت ایثار و قربانی کا ثبوت دیا اور اللہ کے اس کام میں نہ صرف اپنا قیمتی وقت صرف کیا بلکہ مالی امداد میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مرکز تعمیر ملت کی تعمیر میں شیخ برادران کی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔

مرکز کی تعمیر کے بعد 1997ء میں قبلہ محمد صدیق ڈارؒ اپنے آبائی گاؤں کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر اپنی زوجہ محترمہ (جنہیں سب توحیدی بھائی ماں جی کہتے ہیں) کے ساتھ مرکز تشریف لے آئے اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو مزید منظم کرنے اور سلسلہ کی تعلیم و ترویج کے لیے دن رات ایک کر دیا۔ بانی سلسلہ کی تعلیمات ہر طرف پھیلنے لگیں۔ بہت سے نئے حلقوں کا قیام عمل میں آیا۔

بانی سلسلہ قبلہ انصاریؒ کی خواہش تھی کہ ہمارا ایک رسالہ بھی ہو جس کے ذریعے ہم اپنی تعلیم کو پڑھے لکھے لوگوں تک پہنچا سکیں۔ قبلہ انصاری صاحبؒ کی اس خواہش کی تکمیل کے لیے قبلہ ڈار صاحبؒ نے رسالہ "**فلاح آدمیت**" کے نام سے شروع کیا۔ یہ رسالہ اپنے آغاز سے لے کر تا حال سلسلے کی تعلیم کو بھرپور اور موثر طریقے سے دوسرے لوگوں تک پہنچانے کا فریضہ سر انجام دے رہا ہے اور الحمدللہ ہمارے اس شمارے کو ملک کے دانشور اور پڑھے لکھے

لوگوں کے حلقے میں پذیرائی ملی ہے کہ اس میں فرقہ واریت سے پاک، قرآنی تعلیم کے مطابق اخلاق سنوارنے اور کردار بنانے کی بات کی جاتی ہے۔

مجلّہ فلاح آدمیت کے لیے ہر ماہ قبلہ ڈار صاحب مضمون لکھا کرتے تھے بعض شماروں میں تو آپ کے دو، دو مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ آپؒ کے مضامین سے قرآن و سنت کی تعلیمات جھلکتی تھیں۔ آپؒ اپنے مضامین میں اور بھائیوں سے گفتگو میں بھی قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے کثرت سے حوالہ جات دیتے اور اقبالؒ کے اشعار آپؒ کی گفتگو اور اسلوب کو اور بھی حسن عطا کرتے تھے۔

بابا جان قبلہ ڈار صاحبؒ ہر سال نومبر میں تمام حلقہ جات کے دورے فرماتے تھے اور یہ سلسلہ آپؒ کے وصال تک جاری رہا۔ آپؒ کے دوروں سے جہاں انتظامی لحاظ سے تمام حلقے مضبوط ہوتے تو دوسری طرف حلقوں کی قوت عمل اور روحانیت میں بھی ایک نئی تحریک پیدا ہوتی۔ آپؒ کی صحبت سے ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوتا اور قوت عمل تیز تر ہو جاتی۔

مرکز تعمیر ملت میں آپؒ تقریباً صبح آٹھ بجے باہر برآمدے میں تشریف فرما ہوتے اور ظہر کی نماز تک وہاں بیٹھتے اور پھر عصر سے نماز مغرب تک تشریف رکھتے تھے۔ برآمدے میں آپؒ کے لیے کرسی اور میز رکھا گیا تھا اور اس پر آپؒ کی ضرورت کی اشیا پڑی ہوتی تھیں۔ آپ کے اردگرد اور کرسیاں رکھی ہوتی تھیں جس پر آنے والے توحیدی بھائی بیٹھتے تھے۔ اس کو بابا جان نے اپنے **''دفتر''** کا نام دے رکھا تھا۔

اپنے دفتر میں بیٹھ کر قبلہ ڈار صاحبؒ مرکز آنے والے توحیدی بھائیوں سے ملاقات، توحیدی بھائیوں کے خطوط کے جوابات اور مطالعہ کتب فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ اپنے دفتر میں

کسی نہ کسی کام میں مشغول رہتے تھے۔ کیونکہ قرآن کی تعلیمات ہمیں ہر وقت عمل کی طرف راغب کرتی ہیں اور قبلہ بابا جان ڈار صاحبؒ اسکی مجسم تصویر تھے۔ ایک بار آپ نے عمل کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اپنی مثال دی اور فرمایا "مجھے آپ میرے آفس میں فارغ بیٹھا نہیں دیکھیں گے۔ مجھے آپ کسی نہ کسی کام میں مصروف پائیں گے"۔

مرکز تعمیر ملت پر ہر انگریزی مہینے کے پہلے اتوار لوکل حلقہ جات گوجرانوالہ، گکھڑ، نوکھر، نوشہرہ ورکاں اور ڈسکہ وغیرہ سے توحیدی بھائی آپ سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے تھے اور آپؒ توحیدی بھائیوں میں جلوہ فروز ہوتے تو محفل پر کیف اور مسرور ہو جاتی اور توحیدی بھائی آپ سے ملاقات میں اپنا دامن روحانیت اور فیض سے بھر کر لے جاتے۔

مرکز تعمیر ملت جو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا روحانی Head office ہے اس سے آپؒ کو حد درجہ لگاؤ اور محبت تھی۔ قصبہ نوکھر سے مرکز تعمیر ملت shift ہونے سے لے کر وصال تک آپؒ مرکز تعمیر ملت پر ہی مقیم رہے۔ کہیں بہت ضروری آنا جانا ہوتا تو تشریف لے جاتے ورنہ نہیں۔

یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا کہ جون 2013 میں آپ کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی۔ گوجرانوالہ کے C. M H. میں آپ کو داخل کر لیا گیا اور بعد ازاں آپؒ کے چھوٹے صاحبزادے بریگیڈیئر حامد محمود صاحب آپ کو راولپنڈی لے گئے جہاں چند دن آپؒ c m h میں داخل رہے۔ علاج کے دوران بھی اگر آپؒ کو تھوڑا سا بھی افاقہ ہوتا تو آپؒ اپنے صاحبزادے سے مرکز جانے کے لیے اصرار کرتے۔ جب چند دن کے علاج سے آپ کی طبیعت سنبھلی تو آپ مرکز تعمیر ملت تشریف لے آئے۔ 6 جولائی کی رات آپؒ کی طبیعت

بہت زیادہ خراب ہوگئی۔آپؒ کو گوجرانوالہ کے C.M.H لے جایا گیا لیکن آپؒ کا اپنے خالق حقیقی سے ملنے کا وقت آ گیا تھا۔آپ اسی رات تقریباً ۲ بجے تمام توحیدی بھائیوں اور اپنے خاندان کو سوگوار چھوڑ کر اپنے محبوب اور خالق و مالک کے پاس چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ آپؒ کے درجات بلند فرمائے،آپؒ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور اپنے نہایت ہی مقرب بندوں میں شامل فرمائے۔اللہ تعالیٰ آپؒ کی سلسلہ توحیدیہ کے لیے کی گئی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرماتے ہوئے اس کا اجر عظیم عطا فرمائے اور آپؒ کی خواہش و کوشش کے مطابق سلسلہ توحیدیہ کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا ذریعہ بنائے۔آمین

جانشین کا اعلان

بانی سلسلہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے طریقت توحیدیہ میں شیخ سلسلہ کے فرائض میں لکھا ہے کہ شیخ سلسلہ کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے جانشین اور نئے شیخ سلسلہ کا اعلان کردے بابا جان قبلہ ڈار صاحبؒ نے اپنے اس اہم فرض کو بھی بڑی خوبی سے نبھایا اور اپنے وصال سے چند سال پہلے لاہور حلقہ کے بزرگ بھائی جناب محمد یعقوب توحیدی کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر فرمایا۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ بابا جان کے خلیفہ اور نئے شیخ سلسلہ قبلہ جناب محمد یعقوب توحیدی مدظلہ کی قیادت میں مخلوق خدا کا رشتہ خالق سے مضبوط تر کرنے اور سالکان راہ خدا کی تشنگی مٹانے میں مصروف عمل ہے۔

دوستی کے تقاضے

(پیر خان توحیدی)

وہ شخص انتہائی خوش نصیب ہے جس کو اس کے دوست احباب عزیز رکھتے ہوں اور وہ اپنے دوست احباب کو عزیز رکھتا ہو اور وہ شخص انتہائی محروم ہے جس سے لوگ بے زار رہتے ہوں اور وہ لوگوں سے دور بھاگتا ہو۔ مفلس وہ نہیں ہے جس کے پاس مال و دولت نہ ہو بلکہ حقیقت میں سب سے بڑا مفلس وہ ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔ دوست کی زندگی زینت سفر حیات کا سہارا اور خدا کا انعام ہے اس لیے دوست بنایئے اور دوست بنئے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "مومن سراپا الفت اور محبت ہے۔ اور اس آدمی میں سرے سے کوئی خیر و خوبی نہیں ہے جو نہ دوسروں سے محبت کرے اور نہ دوسرے اس سے محبت کریں

(مشکوٰۃ شریف)۔

قرآن پاک میں (سورۃ التوبہ) ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: "مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور معاون ہیں"۔

دوستوں کے ساتھ مل جل کر میل محبت کی زندگی گزاریے اور مخلصانہ تعلقات قائم کرنے اور قائم رکھنے کی کوشش کیجیے۔ دوستوں سے نفرت، بیزاری کی روش چھوڑ دیجئے۔ آدمی جب دوستوں میں مل جل کر رہتا ہے اور ہر معاملہ میں ان کا شریک بنتا ہے تو اس کے

نتیجہ میں بعض اوقات اس کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچتی ہیں، اس کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے، اس کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہے، اس کے آرام میں خلل پڑتا ہے اور اس کے معمولات متاثر ہوتے ہیں، کبھی اس کی خواہش اور رجحان کے خلاف کچھ باتیں سامنے آتی ہیں۔ کبھی اس پر صبر و برداشت کی آزمائش ہوتی ہے اور کبھی اس کو نقصان پہنچتا ہے۔ غرض مختلف قسم کی تکلیفیں اور اذیتیں اس کا راستہ روکتی ہیں۔ لیکن جب یہ شخص ان اذیتوں اور تکلیفوں کو صبر کے ساتھ برداشت کرتا ہے تو اس میں تحمل، بردباری، ایثار، شفقت اور ہمدردی، غمگساری، مروت، خیر خواہی، خلوص و محبت، سخاوت اور شجاعت کے اعلیٰ ترین جذبات پیدا ہوتے ہیں اور وہ انسانی معاشرہ کے لیے سراپا خیر و برکت بن جاتا ہے اور ہر دل میں اس کے لیے قدر و منزلت اور عظمت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور ہر انسان اس کے وجود کو اپنے حق میں رحمت کا سایہ سمجھتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو مسلمان لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے وہ کہیں بہتر ہے اس شخص سے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر برداشتہ خاطر ہو جاتا ہے'' **(ترمذی)**

ہمیشہ نیک اور صالح لوگوں سے دوستی کیجیے اور دوستی کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھیے کہ جن لوگوں سے آپ قلبی تعلق بڑھا رہے ہیں وہ دین اور اخلاق کے پہلو سے آپ کے لیے کس قدر مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ:

صحبت صالح ترا صالح کند

صحبت طالع ترا طالع کند

اچھوں کی صحبت آپ کو اچھا کرتی ہے اور بروں کی صحبت آپ کو برا کرتی ہے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لیے ہر آدمی کو سوچ لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔ دوست کے دین پر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ دوست کی صحبت میں بیٹھے گا تو وہی جذبات، خیالات اور وہی ذوق و رجحان اس میں بھی پیدا ہونگے جو اس کے دوست میں ہیں۔ اس لیے آدمی کو دوست کے انتخابات میں انتہائی غور و فکر سے کام لینا چاہیے اور قلبی لگاؤ اس سے بڑھانا چاہیے جس کا ذوق، رجحان اذکار و خیالات دین اور ایمان کے تقاضوں کے مطابق ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے تاکید فرمائی کہ مومن ہی سے رشتہ محبت استوار کرو اور اسی سے اپنا کھانا پیار رکھو۔

اچھے اور برے دوست کی مثال مشک بیچنے والے عطار اور بھٹی دھونکنے والے لوہار کی طرح ہے۔ عطار کی دکان سے اگر مشک نہ بھی خرید و پھر بھی مشک کی خوشبو لازمی ملے گی جبکہ لوہار کی دکان سے کپڑے جلنے سے بچا بھی لو گے تو دھوئیں سے کالے ضرور ہونگے۔

دوستوں سے صرف خدا کے لیے محبت کیجیے۔ اللہ کے محبوب بندے وہی ہیں جو اللہ کے دین کی بنیاد پر باہم جڑے ہیں اور کندھے سے کندھا اور دل سے دل ملا کر اس طرح اللہ کے دین کی اقامت اور حفاظت کا فریضہ انجام دیتے ہیں کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "قیامت کے روز اللہ فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو صرف میرے لیے ایک دوسرے سے محبت کیا کرتے تھے آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں" (**مسلم**)

قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جن کو قابل رشک شان و شوکت حاصل ہوگی، اس کا

ذکر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے سعادت مند ہوں گے جو نبی اور شہید تو نہیں ہوں گے، لیکن اللہ ان کو ایسے مرتبوں پر سرفراز فرمائے گا کہ انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کی یہ کون خوش نصیب ہونگے ؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہونگے جو آپس میں ایک دوسرے سے محض اللہ کے دین کی بنیاد پر محبت کرتے تھے۔ یہ آپس میں رشتہ دار تھے نہ ہی کسی مالی لین دین کا تعلق تھا۔ ان کے چہرے جگمگاتے ہونگے اور وہ سراپا نور ہوں گے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اللہ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر واجب ہے کہ میں ان لوگوں سے محبت کروں جو میری خاطر آپس میں محبت اور دوستی کرتے ہیں اور میرا ذکر کرنے کے لیے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اور میری محبت کے سبب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔

(احمد ترمذی)

نبی کریم ﷺ دوستوں کی ملاقات کا ایمان افروز نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے دوست سے جو کسی دوسری بستی میں رہتا تھا ملاقات کے لیے چلا۔ اللہ نے اس راستہ میں ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ فرشتے نے اس شخص سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب دیا اس گاؤں میں اپنے بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا کیا تمہارا اس پر کوئی حق ہے جو وصول کرنے جا رہے ہو؟ جواب دیا نہیں، بس اس غرض سے اس کے پاس جا رہا ہوں کہ میں اس سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ فرشتہ بولا! لو سنو! مجھے اللہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور بشارت دی ہے کہ

اللہ بھی تجھ سے ایسی ہی محبت رکھتا ہے جیسی تو اس کی خاطر اپنے دوست سے رکھتا ہے۔ **(مسلم)**

دوستوں پر اعتماد کیجیے ان کے درمیان ہشاش بشاش رہیے۔ دوستوں کے ساتھ بے تکلف، خوش مزاج ہم نشین اور خوش طبع رفیق بنیے۔ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے بھی اپنے سالانہ خطبات، نجی محفلوں اور خطوط میں بڑی تاکید فرمائی ہے کہ تمام پیر بھائی آپس میں محض اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں۔ یہ ہماری خوش قسمتی اور اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے بندے خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے منسلک کیا ہے اور بیعت ہونے کے شرف سے نوازا ہے۔ انصاری صاحبؒ ایک خلیق اور انتہائی درجے کے شفیق بزرگ تھے جس کا ثبوت بزرگ پیر بھائیوں کا احساس تھا کہ خواجہ صاحب صرف اسی کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کرتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انصاری صاحبؒ کی اپنے خالق کے ساتھ عشق کی انتہا کو پہنچی ہوئی محبت تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے خالق کی مخلوق سے بھی انتہائی محبت اور پیار کرتے تھے۔ مخلوق خدا کے علاوہ اپنے مریدوں سے خواجہ صاحب کی محبت محض اللہ واسطے تھی کیونکہ وہ ان سے قرب و عرفان الٰہی حاصل کرنے کے لیے بیعت ہوئے تھے۔

دوستوں کے ساتھ وفاداری اور خیر خواہی کا سلوک کیجیے۔ دوست کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو اخلاقی اعتبار سے زیادہ سے زیادہ اونچا اٹھانے کی کوشش کریں اور اس کی دنیا بنانے سے زیادہ اس کی آخرت بنانے کی کوشش کریں۔ خیر خواہی کا اصل معیار یہ ہے کہ آپ اپنے دوست کے لیے بھی وہی پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے" اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے''۔

دوستوں کے دکھ درد میں شریک رہیے اور اسی طرح ان کی خوشیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے۔ ان کے غم دور کرنے کی کوشش کیجیے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر دوست اپنے مخلصین سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ مصیبت میں اس کا ساتھ دیں اور خوشیوں میں اضافہ کریں۔ اگر کسی بات پر کبھی اختلاف ہو جائے تو فوراً صلح صفائی کر لیجیے اور ہمیشہ معافی طلب کرنے اور اپنے قصور کا اعتراف کرنے میں پیش قدمی کیجیے۔ دوستوں کی جانب سے اگر کوئی بات طبیعت اور ذوق کے خلاف بھی ہو جائے تو اپنی زبان پر قابو رکھیے اور جواب میں کبھی سخت کلامی اور بد زبانی نہ کیجیے بلکہ حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بات کو ٹال دینے کی کوشش کیجیے۔

ہمیشہ فراغ دلی، عاجزی اور انکساری کے ساتھ دوستوں کو یہ موقع دیجیے کہ وہ آپ کے داغ دھبوں کو آپ پر نمایاں کر کے آپ کی اصلاح کریں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بغض وعناد اور کدورتوں سے پاک کر کے خلوص ومحبت سے جوڑ دے اور ہمارے تعلقات کو باہمی اتحاد اور الفت سے خوش گوار بنا دے۔ آمین

قلیل طعام

(شاہد زبیر)

''دنیا میں سب سے زیادہ شکم سیر ہونے والے آخرت میں سب سے زیادہ دیر تک بھوکے رہیں گے'' **(ابن ماجہ)**

انسان کی تخلیق کا راز عبادت میں مضمر ہے اس کی تخلیق یوں کی گئی کہ وہ اپنے رب کی عبادت کر کے حقوق العباد کی بجا آوری کے لئے مستعد ہو اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس کی دین میں واضح طور پر ممانعت کر دی گئی ہے۔ جا بجا نعمتیں اس کے لئے تخلیق کر دی گئی ہیں کہ ایک انسان کے روئے زمین پر بھیجے جانے کی مقصدیت کے حصول میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے آسائشوں اور وسائل کی بھرمار کر دی گئی تا کہ ہر عبد اپنی حیثیت، ہمت اور مقدر کی مقدار سے ان کا حصول جائز طریقوں سے کر لیا کرے۔ پھر مواخذہ کی ہدایات، انبیاء اور پیغمبروں کے ذریعے امتوں کو وقفوں وقفوں سے رب کریم نے مراحمت کیں تا کہ اس کا عبد اس کی طرف مشغول رہے طاعت کو شعار بنائے اور روئے زمین پر فساد نہ کرے۔ تخلیق کے وقت اس سے وعدہ لیا گیا کہ وہ روئے زمین پر فساد نہیں کرے گا۔ اس کی مخلوق کے لئے زمین کو اجیرن نہیں بنائے گا اور اس کی نعمتوں میں اپنا تصرف لپنے حق اور ضرورت سے نہیں بڑھائے گا۔ عبادت اور نیکی کو اس پر الہام کیا گیا۔ صراط مستقیم کی طرف رہنمائی اس کی سرشت میں داخل کر دی گئی۔ انسان اپنی تمام حرکات کا پوری طرح سے مکلف اور اعمال کا جوابدہ ہے۔ بلاشبہ اس کا جسم دنیاوی دھندوں میں پراگندہ ہے اور وہ رزق اور مال کے جال میں گرفتار ہے

سعید بن المسیبؒ نے فرمایا: ''تو اپنے دین کی سلامتی کے ساتھ دنیا کے تھوڑے مال پر

راضی ہو جا، جس طرح کچھ لوگ دین کے چلے جانے کے بدلے میں بہت سی دنیا سے راضی ہوئے بیٹھے ہیں"۔

لالچ کی تین اقسام پوری طرح انسان پر حاوی ہیں جن میں سونا اور کھانا بھی شامل ہیں۔ اولیاء اللہ نے ولایت کے حصول کی بنیاد کم کھانے، کم سونے اور کم بولنے میں رکھی ہے۔ مضمون کے اعتبار سے تقلیل طعام اور تقلیل منام از حد وسیع موضوع ہے جس کا کسی ایک نشست میں اظہار بے حد مشکل یا شاید ناممکن ہے۔ زیادہ طعام سینکڑوں گناہوں کی جڑ ہے کیونکہ یہ انسانی خواہش کو بھڑکاتا ہے۔ ایسا ہوتے ہی دوسری بدعت انسان میں در آتی ہے جس کو طلب مال کہتے ہیں۔ مال کے حاصل ہوتے ہی جاہ و حشمت کا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ آنکھ پر پردہ آ جاتا ہے اور آدمی تمام حدیں توڑ کر ان کے حصول میں مستغرق ہو جاتا ہے اس راستے میں خود غرضی، عداوت، حسد اور کینہ کے بعد سب سے بڑی رعونیت، تکبر در آتی ہے۔

"بھرنے کے لئے انسان کے پیٹ سے بڑا برتن کوئی نہیں"۔

جیسے نیند، سکر اور غفلت کی علامت ہے، جاگنا اس کا توڑ ہے۔ فرشتوں پر بھی نیند حرام کی گئی ہے اور تمام نبیوں، پیغمبروں اور اولیاء نے جاگ کر ہی اس کا قرب پایا ہے۔ انہوں نے اپنی نفی کی ہے جس نے اس کو بے آرام کر رکھا ہے قرب الٰہی پایا ہے۔ اس طرح قرب کو بھوک سے تفرقہ ہے بھوک کے مراتب بہت بلند ہیں اور اسلئے تمام حکماء، علماء اور اولیاء نے بھوک کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بنی آدم کو مال سے بھرے دو جنگل بھی میسر آ جائیں تو وہ تیسرے جنگل کی تلاش میں رہے گا اولاد آدم کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ جو اللہ کی طرف جھکتا ہے اللہ بھی اس پر مہربان ہوتا ہے"۔

انسان کی آرزوؤں میں کوئی حد نہیں اور وہ اپنے مختصر عرصہ حیات کے تمام دن رات اپنی بے جا خواہشات کی تکمیل میں صرف کر دیتا ہے اور اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال

کیلئے خوشیاں تلاش کرتا ہوا قبر کی آغوش میں جا سوتا ہے۔ جہاں وہ ان مختصر معمولی آسائشوں کی تلافی کیلئے عبرت میں جکڑے ہوئے ایک لامتناہی امتحان اور ایک طویل سزا کی زندگی میں ملوث ہوجاتا ہے۔ ایسی تمام آفتیں جو پوری قوت اور اہلیت سے زندگی میں حاصل کرلیتا ہے۔ ایک روز یہیں چھوڑ کر ابدی نیند جا سوتا ہے اور اس کے وارثان اس کے چھوڑے ہوئے گناہوں پر پھلتے پھولتے ہیں اور پھر اپنی ناعاقبت اندیشی سے پھر ایک بار اسی راہ پر گامزن ہوجاتے ہیں جو اس کے جسد کا طریق تھا۔

ایک شخص حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کوئی وصیت طلب کی آپؓ نے فرمایا:

"تم اپنے بیوی بچوں میں مشغول ہونے کو سب سے بڑا کام نہ بنانا کیونکہ اگر تیرے بیوی بچے اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں مشغول ہونا ان کی فکر کرنا تیرے لئے کسی بھی طرح ٹھیک نہیں"۔

گویا انسان کی تمام تیرہ بختیوں اور رنجشوں کا راز اس کی ضرورتوں میں پنہاں ہے اس کی تمام تر اغراض کا نفع نقصان خواہش پر استوار ہے اس کے سامنے ضرورتوں کے ڈھیر خودساختہ کثیر خواہشات مقصد حیات بن کر کھڑا رہتا ہے وہ زندگی جس کے قیام کے لئے چند لقموں اور چند گھونٹوں کی ضرورت ہے اس پر ہفت اقلیم کا بوجھ ڈال دیتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے، کافر سات آنتوں میں"۔

اس سے بزرگان نے یہی مطلب لیا ہے کہ کافر کا مقصد پیٹ کا بھر لینا ہے اور مومن کا مقصد آخرت ہے مومن کے لئے ضروری ہے کہ کھانے میں کمی کرے حریص ہونا کافر کی نشانی ہے طعام میں سب سے بڑی بدعت یہی ہے کہ انسان کا دل اور بدن ہر وقت اس کے حصول میں مصروف و مشغول رہتے ہیں۔ تمام کوششیں اسی جانب مرکوز رہتی ہیں اور جب میسر آجاتا ہے تو

کثرت طعام کی وجہ سے بدن کی حفاظت پر لگ جاتے ہیں۔ ابراہیم بن ادھمؒ کا فرمانا ہے کہ:

"گرسنہ (بھوکے) سے خدا کا گناہ دور ہے، شکم سیر سے نزدیک ہے"۔

امام غزالیؒ نے کہا ہے کہ فقر کا تو بڑا مقام ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ قناعت پسند ہو، لوگوں کے مال کی طرف بڑا اس میں حرص نہ ہو، اس کی توجہ متوجہ نہ ہو اور نہ ہی مال و دولت اکٹھا کرنے کی اس میں طمع ہو، یہ سارے اعمال اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب آدمی کم اخراجات پر قائم ہو کھانے، لباس اور مکانیت میں مجبوری کے درجے پر فائز ہو اور ہر ادنیٰ چیز پر قناعت کرے اور جب انسان اللہ کے خوف سے راحتیں ترک کر دیتا ہے تو اس پر ولایت کے راستے کھل جاتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے۔

"بسا اوقات پریشان حال، غبار آلودہ بال، پھٹی چادروں والا جس کو کوئی اہمیت نہ دیتا ہو کسی معاملے میں اللہ کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس قسم کو پورا کرتے ہیں"۔

ایسے ہی لوگ ہیں جو اس کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں اور قلت طعام، قلت منام، قلت کلام، قلت اختلاط مع الانام پر قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ و محنت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے دکھلا دیں گے"۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: "حضور اکرم ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ کے اہل و عیال نے مسلسل دو دن کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی"۔

توبۃ النصوح کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ اول کم کھائے روزے کے لئے، دوسرے کم سوئے عظمت کے لئے اور تیسرے کم بولے دعا کیلئے۔ پہلے سے خوف، دوسرے اور تیسرے سے محبت پیدا ہوتی ہے پس تقلیل طعام کا جائز اور درست طریقہ صرف یہ ہے جب خوب بھوک لگے اشتہا بڑھ جائے اس وقت کھائے پھر اشتہا کو فنا نہ کرے اور ہاتھ روک کر اس کو باقی رکھے۔

زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ

(محمد موسیٰ بھٹو)

دنیا میں پیدا ہونے والا ہر انسان ایک بہت بڑے خطرے سے دوچار ہے۔ چاہے اسے اس کا شعور ہو یا نہ ہو، خطرہ یہ ہے کہ وہ اپنی شخصیت (جو پیچ در پیچ نفسانی و نفسیاتی روکوں سے عبارت ہے) کو فنا کر کے اپنے آپ کو خدا کی اطاعت و رضا مندی میں دے دینے کے لئے تیار ہے یا اپنی شخصیت کی خداوندی کو قائم و برقرار رکھنے اور اپنے اندر کے بتوں کو پوجنے پر مصر ہے۔ دراصل اسی روش پر انسان کی دائمی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے۔

فرد اور افراد کا ابتدائی مسئلہ داخلی ہے نہ کہ خارجی، داخلی زندگی میں جب حقیقی اخلاقی، روحانی اور باطنی انقلاب آ جاتا ہے تو پھر اس سے معاشرہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ خارجی زندگی یعنی معاشرہ کی تعمیر و تشکیل کا کام افراد کے داخلی انقلاب سے ہی ہوتا ہے۔ فرد اور افراد کے اندر اگر روحانی اضطراب نہ ہو یا برائے نام ہو تو اس طرح کی صورتحال میں معاشرہ کی تبدیلی کا کام منصوبہ بندی اور لمبی چوڑی اسکیموں سے آگے بڑھنے نہیں پاتا۔ اس لئے اگر اپنے ذاتی تزکیے اور معاشرہ میں کام ان دونوں میں سے کسی ایک چیز کے انتخاب کا مسئلہ درپیش ہو تو اس میں ترجیح ذاتی تزکیے کو ہی دینی پڑے گی۔ ذاتی اصلاح اور شخصیت کی ایک حد تک تعمیر اور بنیادی نفسی خرابیوں کی قابل ذکر حد تک درستگی کے بعد معاشرہ میں پائیدار انقلاب کے لئے کام کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے بلکہ فرد یا افراد کے مزید تزکیہ کا بیشتر دارومدار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام سے ہی وابستہ ہے۔ خدا کا جو بندہ دعوتی کام سے بے نیاز ہو کر شب و روز خلوت میں ذکر و فکر کے ذریعہ ہی اپنے روحانی ارتقاء کے لئے

فکر مند رہتا ہے۔ ہوسکتا ہے اسے کامل قلبی سکون حاصل ہو لیکن روحانی ارتقاء کے جوہر اصل اصلاح وتزکیہ کی ضروری مقدار کے بعد دعوتی میدان میں مصروف رہنے والے داعی کو حاصل ہوتے ہیں۔ ذکر وفکر کی زندگی بسر کرنیوالا اس طرح کے روحانی ارتقا سے پوری طرح آشنا نہیں ہوپاتا۔

راقم دعوتی اور خارجی زندگی میں تبدیلی و انقلاب کے کام کی پوری اہمیت کے باوجود ترتیب دین میں ذاتی تزکیے کو زیادہ اہم اور ترجیح میں اولیت کا کام سمجھتا ہے دین کی یہی وہ ترتیب ہے جو بدقسمتی سے اس دور میں زیادہ نظر انداز ہوگئی ہے۔ باطنی تبدیلی اور اخلاقی نصب العین اور زاویہ نگاہ کے بغیر معاشرہ کی سطح پر دین کا حقیقی اور بنیادی کام ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اسلام تزکیہ نفس، باطنی خرابیوں کی اصلاح اور فکر آخرت کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے قرآن کی چند آیتیں اس کے بعد کچھ حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

افرایت من اتخذ الهه هواه ''(اے پیغمبر) کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے نفس کی خواہشوں کو الٰہ بنالیا ہے''

ومن یوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون ۔''وہ لوگ کامیاب ہیں جو نفس کے بخل اور اس کی تنگی سے بچے''

وذروا ظاهر الاثم وباطنه ۔ ان الذین یکسبون الاثم سیجزون بما کانوا یقترفون ۔''اور چھوڑ دو ظاہری اور باطنی گناہ بے شک وہ لوگ گناہ کمار ہے ہیں۔وہ عنقریب بدلہ دیئے جائیں گے اس کا جو وہ کرتے رہے ہیں''

ومن اراد الاخرة وسعی لها سعیها وهو مومن فاولئك کان سعیهم مشکورا۔''جس نے ارادہ آخرت پیدا کیا اور اس کے لئے کوشش کا حق ادا کیا اور وہ صاحب ایمان بھی ہے تو ایسوں کی کوشش مقبول ہوگی''

یوم لا ینفع مال ولا بنون۔ الا اتی اللہ بقلب سلیم۔ "اس دن نہ تو مال کام آئے گا نہ ہی بیٹے مگر جو اللہ کے ہاں قلب سلیم لے کر حاضر ہوگا"

قلب سلیم کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں۔ قلب سلیم وہ ہے جو شرک، حسد، بغض، نفرت، کینہ، حرص وطمع، کبروغرور، حب جاہ وحب مال وغیرہ سے پاک ہو۔ ان کے نزدیک قلب کی سلامتی چار چیزوں کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ سب سے پہلی چیز شرک سے حفاظت ہے جو توحید کے خلاف ہے۔ دوم خدائی امر کے خلاف جو شہوات و خواہشات ہوں ان سے بچا جائے۔ سوم سنت رسول کے خلاف جو بدعات ہیں ان سے پرہیز کیا جائے۔ چہارم ایسی چیزوں سے بچا جائے جو ذکر الٰہی سے غافل کردینے والی ہوں۔ اب حب جاہ وخود نمائی اور جذبہ شہرت کے سلسلہ میں کچھ حدیثیں ملاحظہ ہوں:۔

صحابہ کہتے ہیں ایک بار ہم دجال کے بارے میں گفتگو کررہے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لائے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میرے نزدیک تمہارے لئے دجال سے بڑھ کر جو خوفناک چیز ہے کیا میں وہ تمہیں نہ بتاؤں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ضرور بتایئے۔ آپؐ نے فرمایا شرک خفی یعنی جذبہ شہرت اور ریا۔ ایک دوسری روایت میں آپؐ نے فرمایا۔

مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوف شرکِ اصغر کے بارے میں ہے۔ صحابہؓ نے سوال کیا، شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ریاء۔

ایک اور حدیث میں ہے اپنے آپ کو بزرگ تصور کرنا علم کی بہت بڑی آفت ہے یا آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اس کا مرتبہ بلند کردیتا ہے وہ اپنے آپ کو تو حقیر سمجھتا ہے۔ لیکن لوگ اسے عظیم سمجھتے ہیں اور متکبر انسان اپنے آپ کو تو بڑا سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں وہ ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے بعض ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا وہ کہیں گے ہم نے قرآن پڑھ لیا، ہم سے بڑے قاری اور عالم کون ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ لوگ مسلمانوں میں سے ہوں گے یہی لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ نفسی حجابات کو قائم و برقرار رکھتے ہوئے قرآن کے مطالعہ جیسی بابرکت چیز بھی کس طرح موجب عذاب بن جاتی ہے۔ اس حدیث میں اس کا انتہائی نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ اصل میں جن کے دلوں پر خدا کی عظمت وقدرت کا تصور سمایا ہوا ہوتا ہے ان پر تواضع اور فروتنی کی حالت طاری رہتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا: اپنے آپ سے فتویٰ طلب کیا کرو۔ نیکی وہ ہے جس سے نفس کو سکون اور قلب کو اطمینان حاصل ہو۔ برائی وہ ہے جس سے دل میں کھٹک پیدا ہو، اگر چہ لوگ تجھے فتویٰ دیں (یعنی لوگوں کے فتویٰ پر اعتبار نہ کیا جائے اصل مفتی اندر کا انسان ہے اس سے پوچھ لیا جائے)

یہاں فتویٰ دینے والے جس نفس کا ذکر کیا گیا ہے وہ نفس لوامہ ہے مسلسل گناہ کرنے سے نفس نیکی و بدی کے سلسلہ میں فتویٰ دینے کی صلاحیت سے بڑی حد تک قاصر ہو جاتا ہے۔ اس لئے نفس کو بیدار رکھنے اور فتویٰ کے لائق بنائے رکھنے کے لئے گناہوں سے اجتناب ضروری ہے۔ انسان کی ابتلاء و آزمائش کے لئے قدرت کی طرف سے اس کے اندر جو گوناگوں اور گہری نفسی خرابیاں رکھی گئی ہیں۔ جدید علم نفسیات نے اسے عملاً ثابت کر دیا ہے اس سلسلہ میں ماہرین علم نفسیات کہتے ہیں۔

"انسان اگر اپنی روزمرہ سرگرمیوں کا جائزہ لے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کے بیشتر اعمال کا

سبب جذبہ خودنمائی اور حب جاہ ہی ہے۔بڑے بڑے فوجی سربراہ اور بہادر انسان جو اپنی جانیں خطرات میں مبتلا رکھتے ہیں۔بڑے بڑے علم کے پیاسے جو علمی مسائل کی تحقیق میں اپنی صحت تک برباد کر دیتے ہیں۔بڑی بڑی پاکباز خواتین جو اپنی عصمت کے تحفظ کے لئے اپنی زندگیوں سے ہاتھ تک دھو دیتی ہیں، ان سب کی تہہ میں اکثر یہ جذبہ کام کر رہا ہوتا ہے کہ دوسروں کی نظر میں اپنی فضیلت اور برتری ثابت کر کے کس طرح ناموری حاصل کی جائے ناموری اور خودنمائی کے جذبہ کی تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ دوسروں کے ذہن میں اپنے بارے میں اچھا تاثر، خوش اعتقادی اور محبت پیدا کرنے کی کوشش وخواہش ہو۔اس طرح کے لوگ اپنے عمل سے ایثار، ہمدردی، پاکبازی، خدا ترسی اور اخلاق حسنہ کا ثبوت دیتے ہیں یا مظاہرہ کرتے ہیں، تاکہ اس سے دوسروں کے دل میں محبت وعقیدت کا جذبہ پیدا ہو۔

جذبہ خودنمائی وحصول جاہ کی دوسری شکل یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے علمی کمال حاصل کیا جاتا ہے یا جسمانی صلاحیتوں کو فروغ دیا جاتا ہے تاکہ ان چیزوں کے ذریعہ سے معاشرہ میں عزت ووقار اور توقیر پیدا ہو۔اس طرح جذبہ عزت وتوقیر فروزاں وتسکین پذیر ہوتا ہے۔

اس کی تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو محض حصول نام ونمود کی غرض ہوتی ہے، اس سے بحث نہیں ہوتی کہ نیک نامی حاصل ہوگی یا بدنامی۔عام طور پر لوگوں کے اندر بیک وقت یہ تینوں خواہشات پائی جاتی ہیں لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے اندر صرف ایک ہی خواہش پائی جاتی ہے۔

انسان کے اندر اپنے عیوب کو مخفی رکھنے اور اپنی خوبیوں کو نمایاں کرنے کا جو مادہ موجود ہے وہ دراصل اسی جذبہ خودنمائی اور حصول جاہ ہی کا نتیجہ ہے۔جن خاصیتوں کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ نام ونمود، عزت وشہرت یا محبت وعقیدت حاصل ہوگی ان

خاصیتوں کو نمایاں رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور جن کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے بے وقعتی اور سبکی حاصل ہوگی انہیں چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کوشش ہوتی ہے کہ اپنی خوبیاں دوسروں کے سامنے اس طرح پیش نہ ہوں کہ نمائش کی جھلک محسوس ہو، ورنہ بات ظاہر ہو جائے گی۔ اس سلسلہ میں یہ احتیاط کی جاتی ہے کہ اپنی تعریف خود نہ کی جائے ورنہ دوسرے لوگ تعریف کرنے میں بخل سے کام لیں گے۔

داد وستائش اور تعریف ایک عطیہ وانعام ہے جو سوسائٹی افراد کو از خود خوشی سے دیتی ہے جب کوئی شخص خود ہی اپنے آپ کو دادوستائش کا مستحق قرار دیتا ہے تو سوسائٹی اسے اپنی توہین تصور کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ فرد نے اسے ایک حق سے محروم کر دیا ہے۔ انسان نے داد طلبی کے لئے مخفی راستے اختیار کر رکھے ہیں اس کی ایک دقیق صورت یہ ہے کہ ایک شخص لوگوں کے سامنے اپنی کمزوریاں خود ہی بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن ایسا کرنے سے اس کا پوشیدہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کی تردید کرنا شروع کر دیں۔ یا کم از کم اس سے ہمدردی کا اظہار کریں جب تک لوگوں کے سامنے متکلم کی اندرونی نیت ظاہر نہیں ہوتی تب تک وہ اس کی مدح وتعریف کرتے ہیں۔ لیکن جونہی انہیں اصل صورتحال کا علم ہو جاتا ہے تو وہ فرد ان کی نگاہوں میں بے وقعت ہو جاتا ہے۔

ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ اگرچہ جذبہ شہرت وانانیت وخود نمائی ہر فرد میں موجود ہوتا ہے لیکن درج ذیل طبقوں میں یہ جذبہ بری طرح موجود ہوتا ہے اور بڑی خطرناک اور خوفناک شکل میں سامنے آتا ہے۔

دولت مند: چونکہ دولت ایسی چیز ہے جس سے دنیاوی لذت وراحت کا ہر مادی سامان خریدا جا سکتا ہے اس لئے دولت مند اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز سمجھنے لگتا ہے۔

دولت اس کی نفسیات میں ایک بنیادی روگ پیدا کردیتی ہے وہ اپنے آپ کو دوسری دنیا کی مخلوق سمجھنے لگتا ہے۔

اقتدار و اختیار: چونکہ حکومت و اختیار سے عام لوگوں پر حکم چلانے کا موقعہ ملتا ہے نیز انہیں اپنا محکوم و ماتحت سمجھنے کی نفسیات جنم لیتی ہے۔ اسلئے حکمرانی و افسری سے نخوت وتحکمانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

علم و فضل: علم، دانشوری اور خطابت سے اپنی علمی فضیلت اور عظمت کا زعم پیدا ہونے لگتا ہے۔ اس لئے عام طور پر یہ چیز بھی نخوت وفرعونیت کا ذریعہ بن جاتی ہے اور عجز و انکساری، حقیقت پسندی اور انسانیت کی عام سطح پر آنے کی راہ میں حجاب اکبر بن جاتی ہے۔

زھد و تقویٰ: چونکہ زاہد عبادت میں ریاضت کو دائمی کامیابی کا ذریعہ سمجھتا ہے جب اسے اپنی اس کامیابی کا مرکز اپنی ذات میں نظر آنے لگتا ہے تو اس سے اپنی بزرگی کا تصور راسخ ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ وہ دوسروں کے مقابلہ میں اپنی شخصیت کو نمایاں اور ممتاز سمجھتا ہے۔ زہد کا زعم بڑے بڑے عابدوں اور زاہدوں کے اندر تکبر اور بڑائی کی ''**صفت**'' پیدا کردیتا ہے۔

ان بنیادی روگوں کی نشاندہی کے بعد اب سوال یہ ہے کہ ان کا علاج اور اصلاح کا طریقہ کیا ہے؟ یہ ایک بہت اہم سوال ہے ایسا سوال جس پر افراد کی دائمی فلاح ونجات کا دارومدار ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہاں اس امر کی نشاندہی ضروری ہے کہ وہ افراد جو گناہوں کی آلودگیوں سے قلب سلیم کی ''دولتِ عظمیٰ'' کو بچا لیتے ہیں وہ مربی ومزکی کی صحبت کے بغیر بھی محض اپنی ذاتی کوششوں سے اپنے اندر وہ صلاحیت پیدا کر لیتے ہیں جس سے وہ انا، خودنمائی اور حب جاہ وغیرہ کے امراض سے بڑی حد تک محفوظ ہو جاتے ہیں اور شرح صدر کا مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن عام طور پر یہ نعمت عظمیٰ مربی ومزکی کی زیرنگرانی

تربیت اور اس کی مسلسل توجہ اور صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ انسان میں پوشیدہ سرکش حیوانی قوتوں کو مطیع کرنے کے عمل کا تعلق عقل انسانی سے نہیں ،عقل وشعور معلومات کا مرکز جہاں سے علم حاصل ہوتا ہے،جبلی قوتوں میں اعتدال پیدا کرنے میں عقل زیادہ معاون ثابت نہیں ہوتی۔جدید نفسیات یہی کہتی ہے کہ انسانی عمل کی فیصلہ کن قوت شعور نہیں بلکہ لاشعور ہے مزکی و مربی انسان کے شعور کی بجائے تحت الشعور اور لاشعور کو متاثر کرتے ہیں اور اس میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔

مربیوں اور مزکیوں کی صحبت سے نہ صرف گہرے روحانی اور باطنی امراض کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔بلکہ صحبت کے ساتھ اگر مجاہدہ بھی ہوتو ان امراض سے گلوخلاصی بھی حاصل ہوسکتی ہے۔دین کا کام کرنے والوں کو صحبت کی جتنی ضرورت پہلے تھی آج اس سے کہیں زیادہ ہے۔

دعائے مغفرت

راولپنڈی سے بھائی مولوی نذیر کی اہلیہ

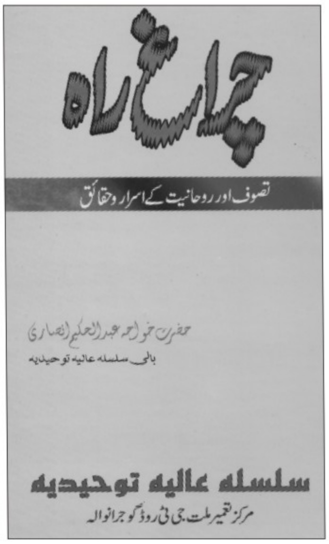
ملتان سے خالد محمود بخاری کے بھتیجے

ملتان سے سید محمد امین شاہ کے بھائی

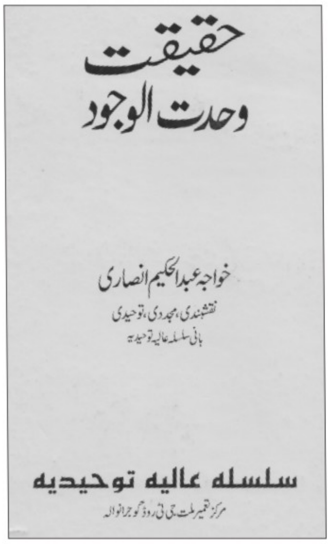
بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ)

مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

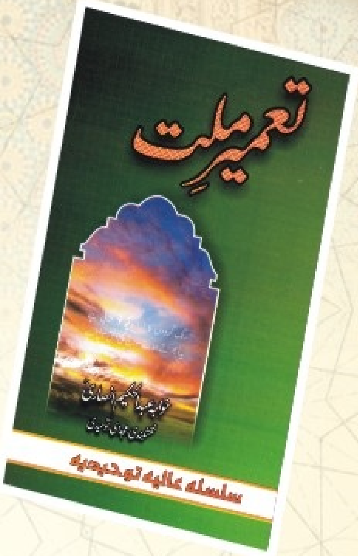


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اورتصوّف کے انسانی زندگی پراثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

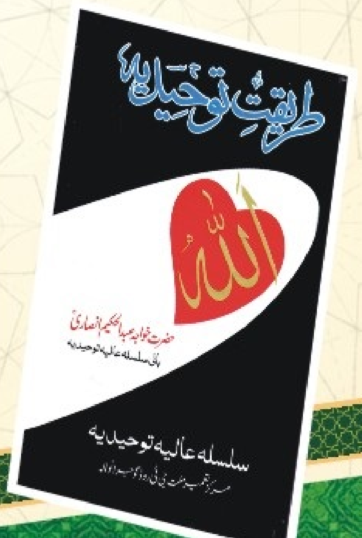


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصرسی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اورناگزیریت،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اورروحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com